

آؤ لوگو کہ ہمیں نور خدا پاؤ گے + لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

روادف رلیجز

Digitized by Khilafat Library

دُنیا کے مذاہب پر نظر

فروری سنہ ۱۹۲۷ء

جلد اول

نمبر ۲

فہرست مضامین

۶۱	۶۱	فانون قدرت کی شہادت	۵۹-۳۵	نہی مباحثات اور ہم
۶۱	۶۱	صحیفہ فطرت کی شہادت	۳۵	سول میگزین اور میگزین کی غرض
۶۲		نبیون کی کتابوں کی شہادت	۳۶	اختلاف رائے میں ہمارا طریق تہذیب
۶۳		اہل کتاب کی شہادت	۳۸	سلسلہ عالیہ حمید اور عام مسلمانوں میں امتیاز
۶۴		مسیح کی ولادت	۴۳	مسیح موعود اور ڈاکٹر کلارک
۶۸		ابن الدی حقیقت	۴۴	مشرقی اور حکام
۶۸		قرآن کریم کا الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں	۵۴	مذہب کا علمی پیرائے
۶۹		صحابہ اور حواریوں کا مقابلہ	۴۳-۵۹	تسلیم اور توحید
۷۲		آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ	۶۰	نجات اور لعنت
۷۲		مسیحین صدیق عظیم الشان علمی ریافت		

انجمن علماء اسلام قادیان انوار حمید برقی قادیان مولانا مین اہتمام شیعہ یعقوبی نواب احمدی کتب مطبوعہ کراچی ۱۲۰۲ھ

چندہ سلاطین - معمولی کاغذ پر طبع و لایا کاغذ پر طبع

الطاعون

خدا کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام۔ بجا یوں اسے طاعت مند و خدا قلم پر دونوں جہا نوں
 میں رحم کرے۔ جان لو کہ طاعون نے تمہارے شہر وں میں ڈیرے ڈال دیئے ہیں۔ اور تمہارے
 جگروں کو پارہ پارہ کر دیا۔ اور تمہارے ہیٹ سے دھستوں۔ بالوں۔ بیٹوں۔ بیٹیوں۔ اور جو روں
 اور ہسائیوں کو آپک کر لیگی ہے۔ اور تمہارے لئے اس میں خداوند کریم حکیم کی طرف
 سے بڑا ابتلا اور امتحان ہے۔ اور جو بلا نازل ہوتی ہے۔ اس کے چار ہی سبب ہوتے ہیں
 اور ابتداء سے خطرت سے خدا تعالیٰ کی سنت اسی طرح جاری ہے پہلا یہ ہے کہ جب
 لوگ خدا کی خوشنودی کی راہوں سے نکل جاتے اور عفت و عبادت کو چھوڑ کر اس کے حقوق
 تلف کر دیتے ہیں اور خودی اور گھمنڈ میں زندگی بسر کرتے اور آخرت کی دھیان نہیں کرتے
 اور فسق و فجور کی پروا نہیں کرتے۔ اور خدا کی حدوں کی پاسداری نہیں کرتے
 اور اس کے حکموں کو پامال کرتے۔ اور اس کے سامنے بدی کرتے اور کلمے جرموں پر اعلان کر کے
 اس سے عَصَہ دلاتے ہیں۔ دوسرا جب لوگ ان اولوالامروں کی بے فریانی کرتے ہیں۔ جو مصلحت
 الہی سے انھیں دئے جاتے ہیں۔ اور رعیت کے انبار غلہ کے لئے بجائے ٹھہر کے ہوتے ہیں اور
 رعایا مفسد اور باغی بن جاتی اور اطاعت کی رسی اتار ڈالتی ہے اور معروف باتوں اور جائز
 امروں میں ان کی مدد نہیں کرتی۔ اور ان کی نسبت بدگمانی کرتی۔ اور لڑائی اور مقابلہ
 کر کے ان کے معاملات کو درہم برہم کرتی ہے۔ اور وفاداروں اور سعادت مندوں کی طرح ان کو
 بادب پیش نہیں آتی۔ اور ان کے حکموں کو نہیں مانتی۔ اور خدا کے جوڑے ہوئے کو کاٹنا
 چاہتے اور دفع کرتے ہیں۔ اس شے کو جسے خدا بڑی بھاری حکمت سے لایا ہے۔ تیسرا جب
 لوگ اس امام کے قبول کرنے میں بخل کریں۔ جو صدی کے سر پر جوت ہو۔ اور روشن دلیلوں
 کے ساتھ اسے بھیجا گیا ہو۔ اور جان بوجھ کر بخل اور تکینہ پن سے اس کے نشانوں
 کا انکار کریں۔ اور اس کی ایذا دہی اور تحقیر اور تکفیر کریں۔ اور تیغ و سان سے اسے
 مار ڈالنا چاہیں۔ اور ظلم اور فریب سے حکام تک دفعہ سے لے جائیں۔ اور اصل بات کو

پوشیدہ کر دین بد چوتھا جبکہ لوگ کپڑوں۔ کپڑوں کی طرح ایک دوسرے کو کھانے لگ۔۔۔۔۔
 جائیں۔ اور ذرا بھی رحم ان میں نہ رہے۔ اور مخلوق پر ترس کھانا اور چھوٹے بڑے
 کے حق کی رعایت ترک کر دیں۔ یاد رکھو۔ نابود کرنے والی طاقتوں کے یہی چار سبب
 ہوا کرتے ہیں۔ ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اور ہمارے دوستوں کو فضل و کرم
 سے اس سے محفوظ رکھے اور میرے نزدیک یہی بڑے سبب ہیں۔ مگر دانشمندان
 اسباب کو سمجھتے ہیں۔ سو خدا سے ڈرو اور سلامتی چاہتے ہو تو ان سببوں کے نزدیک نہ جاؤ۔
 اور میں نے اس سے پہلے بھی کہا۔ مگر تم نے کان نہ دھرے اور میں نے راہ بتائی۔ پر تم نے
 ہدایت نہ پائی۔ اور میں نے دکھایا پر تم نے نہ دیکھا۔ آج میرے دل میں آیا ہے کہ پھر ایک
 دفعہ تمہیں وصیت کروں اور اپنی بریت کے لئے حجت پیدا کر لوں۔ سنو اور منہ نہ پھیرو
 اور خدا سے ڈرو اور اس کے حکموں کو نہ توڑو اور خدا کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور سست نہ بیٹھو
 اور کہا مانو اور سرکشی نہ کرو اور خدا کو یاد کرو۔ اور غفلت چھوڑ دو اور سب مل کر خدا کی رستی کو
 پکڑ لو اور فرقہ فرقہ نہ بنو اور اپنے نفسوں کو پاک صاف کرو اور میلے کھیلے نہ سہو اور اپنے باطن کو
 پاک کرو اور آلودگی سے بچو۔ اور اپنے رب کی عبادت کرو اور شرک نہ کرو۔ اور صدقے دو۔
 بخیل نہ بنو۔ اور آسمان پر چڑھنے کی کوشش کرو۔ اور زمین کی طرف نہ جھکو۔ اور ضعیفوں پر
 رحم کرو۔ تاکہ تم پر بھی رحم کیا جائے۔ اور خدا اور اپنے بادشاہوں کی اطاعت کرو۔
 اور مساند نہ کرو۔ اور حکام کے حکموں اور فیصلوں اور پروانوں وغیرہ میں ان کی مخالفت نہ
 کرو اور ان کی رضا کے خلاف ایک قدم بھی آگے پیچھے نہ کرو۔ اور حیب ان کی طرف سے
 کوئی حکم آوے۔ تو فوراً حاضر ہو جاؤ۔ اور ان کے بلانے پر سست اور مار کھائے ہوئے
 نہ بنو۔ اور ان کے قانون کی خلاف ورزی نہ کرو۔ اور ان کی توہین نہ کرو اور حیب کوئی خدمت
 تمہیں سپرد کی جائے تو بہت جلد حکم مانو۔ اور اسکے پورا کرنے کی سعی کرو خواہ پہاڑوں کی
 چوٹیوں پر چڑھنا پڑے۔ اور جاہلوں کی طرح غدر نہ تراشو۔ اور کینہ لوگوں کی طرح انکار نہ کرو اور
 خوب سمجھو کہ سلامتی حکموں کے قبول کرنے میں اور سلامت نافرمانی اور جھگڑے میں ہوا اور ہم خدا کا شکر
 کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں سلطنت برطانیہ کا عہد بخشا اور اسکے ذریعہ سو بڑی بڑی مہربانیاں اور فضل
 ہم پر کئے۔ ہم نے اس سلطنت کے آنے سے انواع۔ اقسام کی نعمتیں پائیں۔ ہماری قوم نے علم
 اور تہذیب سیکھی۔ اور بہاؤ کی زندگی سے نکلنا انہیں نصیب ہوا۔ اور حیوانی جذباتوں سے نکل کر

انسانی کمالات پر پورنچنا تیسرا۔ سوہین اس گورنٹ کی طفیل امید اور فکر سے بڑھکر امن و امان ملا
اب ہم زمین پر گائیون کی طرح نہیں۔ بلکہ باردار اوٹھنیوں کی مانند بڑے وقار اور سہولت سے سفر
کرتے ہیں اور ہمیں ڈاکوؤں اور بد ذات دشمنوں کا کچھ بھی ڈر نہیں ہوتا اور ہم رات کے پہلے حصین
اکیلے بلا خوف و خطر سفر کرتے ہیں۔ اور ریل گاڑی کے چلنے سے اونٹوں۔ قافلوں اور گھوڑوں کی
کوئی ضرورت نہیں رہی۔ اب مناسب کہ اپنی جیتوں کو درست کرو اور اس سلطنت کی نسبت تک
گمان رکھو۔ اور صاف دلی اور پاک نیت سے اسکے حضور حاضر ہو اور زمین میں باغیوں کی طرح
فساد مچاتے اور شریروں کی طرح بھاگے بھاگے نہ پھرو اور خوب سمجھ لو کہ اس سلطنت نے تمہیں ایذا
دینے سے ظالموں کے ہاتھ بند کر دیئے۔ اور تم سوتے تھے اور اس نے تمہیں جگایا۔ اور تمہارے سفر اور
حضر میں تمہاری پوری پوری نگہبانی کی اور جب تم کہیں کار و زگار کرنے اور معاش کی تلاش میں جاتے
ہو اور پھر وطن کو واپس آتے ہو۔ دونوں صورتوں میں گورنٹ کی طرف سے تمہیں حفاظت فرمیں اور تمہاری
اور مال کی خوب نگہداشت کی۔ اور صحت میں اور بیماری میں تمہاری خبر گیری کی اور تمہیں ہن بخشنا۔ جسکے
سبب سے تم دولت اور مال میں ترقی کر گئے اور یہ سلطنت ہر میدان میں تمہاری مدد کو کھڑی ہے اور تمہارے
دوستان اور مکانوں کی نسبت خوب سلوک کیا اور ثابت کر دیا کہ وہ تمہاری بٹاہ اور جگہ ہے۔ اب تم پر اسکے احسان
کے حقوق ثابت ہیں اور اس نے تمہیں ڈاکوؤں اور چوروں سے بچایا اور تمہارے مال و عیال کی نسبت نگہبانی کا حق کر دیا
اور اسکی مہربانی تمہاری عمروں کی دلائمی کا سبب ہوئی اور اس سے تمہیں ایسی عافیت ملی جو تباہ اور برباد کرنے والی ہے اور
تمہیں پہلے درجے کی رفاهت حاصل ہوئی اور اس نے تمہیں بکھون مردوں کی خوفناک جگہوں سے بچایا اور یہ فضل و کرم کی حالت اور پناہ
میں کیا اب یہ حال ہے کہ دشمنوں کے ناخن بیدار کی تم تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ سو مناسب ہے کہ اس گورنٹ کو
شکر کے ادا کرنے اور ذکر و تذکرہ میں لگو اور یہوش نہ بن جاؤ۔ اسلئے کہ احسان کا بدلہ احسان ہے اور شکر سے
غفلت کرنا کفران ہے اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ سلطنت تمہاری لئے بڑا امن بخش تعویذ ہے۔ اور اسکے
چھو کسی خود پوش مددگار کی ہمیں ضرورت نہیں اور حقیقت میں ساری حمدیں اللہ کیلئے ہیں جس نے ہمیں
ایسا قیصر عطا فرمایا جو ہمارے حال کی خبر گیری اور پرداخت میں کوئی قصور و کوتاہی نہیں کرتا اور کوشش
کرتا ہے کہ ہمیں ہستی سے باہر لائے اس نے ہمارے دین ہمیں بچھڑایا۔ بعد اسکو کہ مذہب اپنی مکانون سے اکھڑ چکا
تھا اور اسی نے قیصر کو اسکا سامن بنایا۔ سو یہ رحمن کی رحمت اور نشان کی منت ہے اور
اگر بندہ نزد غفلت کو وقت خدا کا شکر نہ کرے تو بلا اس پر نازل ہوتی ہے۔ سو اس میں شک نہیں
کہ انہیں گناہوں کے سبب ظالموں نے تمہارے شہر و زمین ڈیرے جھادیئے ہیں۔ اب بہت جلد طاعت

کی طرف قدم اٹھاؤ اور پوچھیں گناہوں پر عمل کرو گے تو مجھے امید ہے کہ
 یہ دور دکھ تم سے دور ہو جائیگا اور آرام چین ترقی کر لگا اب جو اندر کہ تمہاری کیا لڑی ہو مانتی ہو یا انکار کرتے
 ہو۔ اور طاعون کا کوئی علاج بخیر پیر گاری اور گڑ گڑانے اور دعا کو نہیں اور تم دیکھ رہے ہو کہ وہ تہمتیں
 ہلاک کر چکے تمہارے انگنوں میں اتری ہو اور تمہارے فنا کر چکے تمہارے معنوں میں داخل ہو گئی ہو اور
 کس قدر تمہارے باپ اور بیٹے اسکا شکار ہو گئے ہیں سو اب دانی اور زیر کی سولہ اپنے انجام میں خور کر دو
 اور کہتے تم میں سے اس کے خفیہ میں ڈال دے گئے اور قضا و قدر نے اس کے کباب کے لہو نہیں بریان کیا۔
 تمہیں کچھ علم کبھی ہو کہ اسکی ساری کارروائی کی جڑھ کیا ہو۔ سو یاد رکھو کہ یہ سب نتیجہ تمہارے فسق و فجور کا
 ہے۔ اب بیٹھ کر رو دو کہ یہ خوشی کا وقت نہیں اور اپنا اندرونی معاملات کو خدا کے سامنے پاک کر دو اور اس پر
 جو تمہارے چاند پیرا گیا ہے دور کر دو اس کے کفرا اس سے بھڑے اور خوفناک جنگل کو تم سے دور کر کے اور تمہیں
 عزت اور بزرگی عطا کرے اور اپنے گھروں کی ساری طرفوں کو خوب پاک و صاف کر دو اور لاف و کراہت
 چھوڑ دو اور جو گزر چکا ہے اسکی تلاقی کر دو۔ اور اگر تم باز نہ آئے تو جان لو کہ میری بات کسی افسانہ گو کی بات نہیں
 دیکھو بلا جبرائیل کی طرح تمہارے ملک میں داخل ہو چکی ہو۔ سو جو شخص میری بات کو قبول کرے گا بڑا ہوا ہو یا
 جو ان ہو اور اسے ہرل نہیں بلکہ سجدہ بات سمجھے گا اور سب جھگڑے چھوڑ دے گا۔ وہ کامیاب ہو گا۔ سو اب
 تم حکم قاضی کی طرف آ جاؤ اور اپنی گذشتہ کرتوتوں پر پشیمان ہو جاؤ اور میری بات کو اپنے حق میں برابر اڑا
 احسان بھین کر لو۔ اسی میں میری خوشی اور تمہاری خوشی ہو اور جو شخص میری بات کو قبول کرے گا
 مجھے امید ہے کہ اس کے دل کی شکست کو درست کر دے گا اور اس کے رنج و غم دور اور اس کے احوال کو ٹھیک کرے گا۔
 اور لوگو مجھے معلوم ہو رہا ہے اور میری فراست کہہ رہی ہے کہ یہ بلا گناہوں کی کثرت کی وجہ سے آئی ہے۔
 جس طرح پہلے زمانوں میں آیا کرتی تھی اب تم خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی فکر کرو اور ہر قسم کی
 بدکاری اور فساد و سرکس جاؤ۔ تم ضرور کیڑوں مکوڑوں کی موت منے سے نجات پا جاؤ گے مجھے ڈر ہے کہ
 یہ مرض کہیں ہر شہر میں داخل نہ ہو جائے اور بیشیہ میں راہ نہ پا جا سکے پھر وہاں کے دندون اور ہر لون سب
 کھا جائے اور چراگا ہوں اور پانیوں کو بالکل کھا جائے اور پی جائے سو نیکو کاریوں نہیں لگ جاؤ اور صدقات
 خیرات نکالو اور محتاجوں کو دو قسم بخدا مجھے امید ہے کہ خدا تعالیٰ ان لوگوں کو طاعون سے بچا لے گا۔ جو میرا کہا
 مانینگے۔ سو تم عیش پسندوں کی پوشاک بدن سے اتار چھینو۔ اور سونو الکی غفلت الگ ہو جاؤ اور انھیں میں
 سو ملکر نازین پڑھو اور صبر و صلوٰۃ اور صدقات خیرات کے بدلہ اسکا نتیجہ یہ ہو گا کہ خدا تمہیں ہر طرح کے دکھ درد سے محفوظ
 رکھے گا اور تم گمراہی کو چھوڑ کر خدا کا دم دیکھو گا اور میں نے تمہیں اس طرح کہہ دیا کہ اگر تم میں تو میں کو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۹)

نحمدہ ولی علی رسولہ الکریم

مذہبی مباحثات اور ہم

سول ملٹری گزٹ لاہور نے ہمارے شائع کردہ رسالہ کی نسبت ایک فترہ بہت ناگوار لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس رسالہ (میگزین) کی تحریریں ایک رنگ میں جہاد کی صورت رکھتی ہیں سول اس سے شائد یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ اس میں تیزی اور سخت الفاظ سے کام لیا گیا ہے لیکن جن صاحبوں نے اس رسالہ کو اول سے آخر تک دیکھا ہے وہ اس بات کی شہادت دے سکتے ہیں کہ یہ الزام صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ جس غرض اور مقصود کی نیت پر ہم نے اس رسالہ کو نکالا ہے اس کا اہم جز تو یہی ہے کہ زمانہ حال میں جو مباحثات مذہبی رنگ میں ہوتے ہیں اور جن کے مفاسد روز بروز زیادہ اور فائدہ کم ہیں۔ ان کو علی رنگ میں لایا جاوے۔ اور سختی اور درشتی کے طریقوں کو مہذبانہ پیرائی میں دلائل اور براہین کے ساتھ بدل دیا جاوے۔ پھر اگر ہم خود ہی اس طریق کو چھوڑ دیں تو گویا ہم اپنے اصلی فرض سے خود ہی دور چلے جانا چاہتے ہیں مان یہ سچ ہے کہ جو شخص ایک رفیقا مراد مصلح کی حیثیت سے کھڑا ہوتا ہے اس کا مخالف رائے لوگوں کی زبانوں سے بچنا بہت مشکل ہے اور یہ ایک ایسا دشوار گزار راہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام بھی اس سے بڑی دشواری اور خراش پہنچنے کے بغیر گزر نہیں سکے۔

سول - میگزین اور ملٹری گزٹ کی غرض

حضرت مسیح کی تعلیم ذاتی عمل اور ہر

حضرت مسیح کی تعلیم جو انجیل میں موجود ہے۔ اس کی نرمی پر پادری صاحبوں کو سقدنار ہے یہاں تک کہ کلکتہ کے ایک بشپ صاحب یہ رائے پیش کرتے ہیں کہ اخلاق کے سکھانے کے

لئے سرکاری کابچون اور سکولوں میں لازمی طور پر پانچیل کو داخل کر دیا جاوے تو لوگ بے شک
 اخلاق سیکھیں لیکن یہودیوں کو قدیم سے اس رائے کے ساتھ اختلاف ہے وہ کہتے ہیں -
 اخلاق اس بات کا نام نہیں کہ لوگوں کو نرم نرم باتیں سکھائی جائیں اور آپ ان پر عمل
 نہ کیا جاوے اور ان کا یہ اعتراض ہے کہ گویہ مسیح ہے کہ مسیح نے کسی مصلحت سے اپنے
 حواریوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ اپنے دشمنوں سے پیار کرو۔ مگر خود اس نے اپنے دشمنوں سے
 پیار نہیں کیا۔ بلکہ ہر ایک مکالمہ اور مخاطبہ کے وقت اس نے (مسیح نے) سخت الفاظ سے کام
 لیا ہے اور بنی اسرائیل کے معزز اور پیشرو لوگوں کی اس نے بہت توہین کی ہے یہاں تک کہ
 ان کے معزز فقیہوں اور فریسیوں کا نام حرام کار اور بدکار بھی رکھا ہے۔ اور اگرچہ اس نے
 لوگوں کو یہ سمجھایا کہ کسی کو احمق مت کہو مگر اس نے خود یہودیوں کے بزرگوں کو سورا اور ساپونوں
 کے بچے بھی کہہ دیا۔ اب صاف ظاہر ہے کہ نکتہ چینی کے لئے یہودیوں کو بھی ایک بات مانتے
 لگ گئی۔ گو ہم جانتے ہیں کہ مسیح کے سخت الفاظ بھی یہودہ نہیں ہیں۔ بلکہ اپنے محل پر چپان
 ہون گے اور محض گالیوں کے رنگ میں ہرگز نہیں ہوں گے۔ مگر دشمن جس کی نیت صاف نہیں
 ہے ہم اس کو کیونکر سمجھا سکتے ہیں؟ کہ وہ محل اور موقع کے الفاظ ہیں نہ گالیاں۔ اور اس
 جگہ تعجب تو یہ ہے کہ یہود کے لئے بظاہر مشکلات پیش آگئی تھیں کہ وہ نبی جو اس قدر نرم تعلیم
 پیش کرتا ہے کہ ایک گال پر طمانچہ مارنے پر گوتا مانتا اس کے صدمہ سے ٹوٹ جاوین بصر
 اور بردباری کی تعلیم دیتا ہے بلکہ طمانچہ کھا کر دوسری گال آگے کرنے کے لئے ہدایت کرتا ہے
 وہی بظاہر اپنی تعلیم کا پابند دکھائی نہیں دیتا اور سخت الفاظ استعمال کرتا ہے اور اس کے مقابل پر
 یہود ایسے الفاظ استعمال نہیں کرتے بلکہ استاد و استاد کہتے ہیں +

در حقیقت یہ ایک ایسا مشکل مقام ہے جس سے ایک کم عقل انسان کو
 حضرت مسیح کے قول اور فعل میں شبہ پیدا ہو سکتا ہے۔ لیکن ہمارے اس رسالہ
 میں تو ایسا کوئی لفظ نہ تھا جو کسی منصف مزاج کے دلپر گراں گذر سکتا۔ یہ تو ہم

قبول کرتے ہیں کہ اختلاف رائے کی حالت میں ہم مشنریوں کے مسلمات کو اپنے مسلمات قرار نہیں دے سکتے اور نہ یہ لکھ سکتے ہیں کہ وہ صحیح ہیں اور نہ ان کے مقابل پر اپنی رائے کو مخفی رکھ سکتے ہیں۔ مگر ہم کسی طرح قبول نہیں کر سکتے کہ ایک مخالف رائے انسان جس قدر تہذیب اختیار کر سکتا ہے اس تہذیب کو ہم نے چھوڑ دیا ہے! نہیں بلکہ جا بجا اس کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ جیسا کہ تہذیب کے رو سے شرط ہے۔ بھلا اگر یہ سچ ہے تو سول پر یہ واجب ہے کہ ہمارے وہ ورثت الفاظ جو ہم نے اپنے شائع کردہ پرچہ میں لکھے ہیں اور جن کو سول نے اس قدر سخت قرار دیا ہے کہ جہاد کے قائم مقام سمجھ لیا ہے وہ براہ مہربانی اپنے پرچہ میں شائع کر دے۔ تا منصفین دیکھ لیں کہ کیا درحقیقت وہ ایسے الفاظ ہیں جن کو نہایت سخت اور جہاد کے ہم رنگ کہہ سکتے ہیں؟ اگر ہم نے ایسا کیا ہے تو بیشک ہم سول اور گورنمنٹ دونوں کے گنہگار ہیں ورنہ ہمارا حق ہے کہ سول خود اپنے قلم سے اس بدنامی کو ہم سے دور کرے۔ چونکہ یہ ظاہر ہے کہ سول جیسے معزز اخبار کا ایک کلمہ بھی حکام کی نظر میں خطا کی طرف متکل سے منسوب ہو سکتا ہے تو پھر یہ فقرہ سول کا جو ہماری تحریر کو جہاد کا ہم رنگ قرار دیا ہے۔ جو سراسر دور از حق اور خلاف واقعہ ہے کس قدر حکام کو دھوکہ میں ڈال سکتا ہے۔

ہر ایک کو معلوم ہے کہ وہ مباحث جو مذہبی اختلاف کے متعلق پیش آتے ہیں گو ان کو کیسی ہی نرمی سے بیان کیا جائے مگر پھر بھی فرقی مخالف جس کی مرضی کہی ہو تو وہ باتیں نہیں ہیں ان پر خوش نہیں ہو سکتا بلکہ وہ ہرگز خوش نہیں ہو سکتا جب تک کہ تمام باتیں اس کی قبول نہ کی جاویں مگر جبکہ ہماری گورنمنٹ محسنہ نے جسکے زیر سایہ ہم زندگی بسر کرتے ہیں مذہبی آزادی کو بحال رکھا اور ہر ایک کو اختیار دیا ہے کہ اپنی رائے ظاہر کرے تو اس صورت میں ہماری عالی حوصلہ گورنمنٹ نے اپنی رضامندی اس بات پر ظاہر کر دی ہے کہ جیسا کہ مشنری صاحبان دوسرے مذاہب کی نسبت کھلے طور پر مخالفانہ رائے ظاہر کرتے ہیں ایسا ہی دوسرے مذاہب کے لوگ بھی کر سکتے ہیں۔

گورنمنٹ اور مذہبی آزادی

سول نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ تحریر پیغمبر قادیان کا کام ہے ہم تسلیم کرتے ہیں۔
 کہ بے شک یہ سچ ہے کہ حضرت مسیح موعود (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے منشاء کے
 موافق بلکہ انہیں کی تائید میں یہ رسالہ نکلا ہے۔ مگر سول کو شاید معلوم نہیں کہ حضرت
 اقدس مسیح موعود (علیہ الصلوٰۃ والسلام) مذہبی جنگ و جدل سے سخت متنفر ہیں
 اور وہ چاہتے ہیں کہ جو کچھ لکھا جاوے وہ علمی رنگ کی تحقیقات ہو۔ جیسا کہ طبعی اور
 ہئیت کی تحقیقات ہیں۔ وہ مذہبی افسانہ نویسی نہ ہو اور اسی غرض سے یہ رسالہ
 جاری کیا گیا ہے۔

مگر ان اربع موعود اور مذہبی مناظر کی علمی رنگ

حضرت مسیح موعود کو باہمی مذہبی جھگڑوں سے اس قدر نفرت ہے کہ چند سال ہوئے
 آپ نے بحضور جناب نواب لارڈ کرزن صاحب بہادر اسی غرض سے ایک میموریل بھیجا
 تھا جس میں درخواست کی گئی تھی کہ کم سے کم دس سال تک اس ملک میں مذہبی مباحثات
 بند کر دئے جائیں اور ہر ایک شخص اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے اور دوسرے مذہب
 پر حملہ نہ کرے۔ اس درخواست پر تقریباً پندرہ ہزار آدمی کے دستخط بھی تھے مگر افسوس کہ وہ
 درخواست منظور نہیں ہوئی۔ اور اس میموریل کا لارڈ کرزن صاحب کی طرف سے بھی کوئی
 جواب نہیں آیا۔ آخر ناچار ہو کر علمی رنگ پر یہ رسالہ جاری کیا گیا تا اسی طرح گورنمنٹ کی آزادی
 سے فائدہ اٹھا کر سچائی کی خدمت کی جاوے۔

اس زمانہ میں جو دنیا کے تمام مذاہب ایک دوسرے کے مقابل پر کھڑے
 ہیں اور ایک عظیم الشان کشتی کی تیاری کر رہے ہیں خدا کی طرف سے ایک مذہب پیدا ہو گیا
 ہے جو سب سے الگ اور سب کی اصلاح کرنا چاہتا ہے۔ وہ کونسا مذہب ہے؟
 یہی فرقہ احمدیہ جس کے امام اور پیشرو حضرت میرزا غلام احمد قادیانی (علیہ الصلوٰۃ
 والسلام) ہیں جو خدا سے الہام پا کر اور اس کے نشانوں کی گواہی سے مسیح موعود
 کا دعوے کرتے ہیں۔ یہ کہنا کہ یہ فرقہ اور دوسرے معمولی مسلمان درحقیقت ایک ہی ہیں

سلسلہ عالمیہ احمدیہ اور عالم اسلام میں امتیاز

فاحش خطا اور بڑی غلطی ہے۔ اور ممکن ہے کہ بعض حکام بھی اسی دھوکے میں ہوں مگر اصل ایسا نہیں ہے معمولی مسلمانوں کے عقاید جو اکثر یہودہ قسٹوں اور بے ثبوت روایتوں پر مبنی ہیں وہ بالکل اس فرق کے عقاید سے مختلف ہیں۔ چنانچہ وہ لوگ جو کیسا ہی اپنے حالات کو پوشیدہ رکھیں مگر بعض خیالات ان کے نہ خدا کی مرضی کے موافق ہیں اور نہ عقلاً صحیح ہیں چنانچہ ان میں ایک مسئلہ جہاد بھی ہے۔ مسلمانوں کی بد قسمتی سے اس غلط خیال نے اس قدر انکو گرفتار کر رکھا ہے کہ قیامت کے دن تک اس سے نجات نہیں بلکہ کہتے ہیں کہ ایک خونی مہدی ابھی باقی ہے جو ہر ایک فرقہ سے لڑائیاں کرے گا اور زمین کو خون سے بھر دے گا۔ اور اپنی نادانی سے یہ نہیں سمجھتے کہ دینی سچائیاں خونریزی سے ثابت نہیں ہو سکتیں بلکہ اور بھی اعتراض پیدا ہوتے ہیں۔ اب اس عقیدہ کے مقابل پر ہمارے امام مسیح موعود جو ہمیں تعلیم دیتے ہوئے ہیں کہ اس زمانہ میں جہاد قطعاً حرام ہے۔ اور جو شخص جہاد کرتا اور دین کے لئے تلوار اٹھاتا ہے وہ خدا کا گنہگار ہے۔ اور قرآن اور حدیث سے ثابت کرتے ہیں کہ سچا مسیح موعود دنیا میں آئے گا بلکہ آچکا۔ اس کی ایک ضروری نشانی یہ ہے کہ وہ جہاد نہیں کرے گا اور صرف آسمانی نشانوں اور روشن دلائل سے راہ راست سمجھا دے گا اسی وجہ سے ہر ایک بیعت کے وقت میں یہ شرط لازمی رکھی گئی ہے کہ یہ جماعت ایسے خیالات سے قطعاً شغور ہے اور اس کو گناہ سمجھے۔ پس چونکہ امام مسلمانوں کے خونی مسیح اور خونی مہدی کے انکار کر دیا گیا ہے اس لئے یہ اختلاف ان کے بغض اور دشمنی کا بہت ہی موجب ہوا اور اسی بنا پر کفر فتوے ہمارے مسیح کی نسبت لکھے گئے۔ کیونکہ اس مسیح کے ظاہر ہونے سے جو درحقیقت سچا اور خدا کی طرف سے ہے۔ تمام امیدیں جہاد اور لوٹ اور غنیمت کی خاک میں مل گئیں ورنہ وہ مسلمان جو وحشیانہ زندگی بسر کرتے ہیں وہ ایسے شخص سے جو غازی کی صورت پر کھڑا ہوتا ہے کو کئی معجزہ بھی طلب نہیں کرتے اور لاکھوں اسکے تابع ہو جاتے ہیں۔ پس کیا سبب ہے کہ باوجود اس کے کہ ہمارے اس امام سے ڈیڑھ سو کے قریب نشان ظاہر ہو چکا ہے

پھر بھی یوں کی طرف سے اسے کافر کا خطاب ہے اس کا یہی سبب ہے جو ابھی ہم نے بیان کیا ہے۔ گو گورنمنٹ انگریزی کو ہمارے ان اصولوں کی خبر نہ ہو۔ مگر کوئی چیز پوشیدہ نہیں جو ظاہر نہ ہو گورنمنٹ کا یہ اپنا فرض ہے کہ اس فرقہ احمدیہ کی نسبت اپنے تئیں تردد اور شک میں نہ رکھے۔ اور ہر ایک جیل سے اور ہر ایک تدبیر سے اس کے اندرونی حالات دریافت کرے بعض نادان کہتے ہیں کہ یہ باتیں محض گورنمنٹ کی خوشامد کے لئے ہیں مگر میں ان کو کس سے مشابہت دون وہ اس انداز سے مشابہ ہیں جو سورج کی گرمی محسوس کرتا ہے۔ اور ہزار ہا شہادتیں سنتا ہے۔ اور پھر سورج کے وجود سے انکار کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جس حالت میں ہمارے امام نے ایک بڑا حصہ عمر کا جو بائیس برس ہیں اسی تعلیم میں گزارا ہے کہ جہاد حرام اور قطعاً حرام ہے یہاں تک کہ بہت سی عربی کتابوں میں بھی مضمون ممانعت جہاد لکھ کر ان کو بلاد اسلام عرب شام کابل وغیرہ میں تقسیم کیا ہے جن سے گورنمنٹ بے خبر نہیں ہے۔ تو کیا گمان ہو سکتا ہے کہ اتنا لمبا حصہ زندگی کا جس نے پیرانہ سالی تک پہنچا دیا اتفاق میں بسر کیا ہے۔ اور وہ شخص جو ہزار ہا انسانوں کو تعلیم دیتا ہے کیا ممکن ہے کہ وہ ہر ایک شخص سے جوٹ بولے یا جھوٹ کی ان کو رغبت دے اور پھر لوگ اس کے مستقدرہ حکیم نہیں بلکہ یہی اصول ہیں جو جماعت کو سکھائے جاتے اور ان پر زور دیا جاتا ہے۔ بارہا ہمارے امام نے تعلیم دیتے ہوئے ہمیں یہ بھی کہا ہے کہ چونکہ میں مسیح کے قدم برہون اور ایسا اس سے اتحاد رکھتا ہوں کہ خدا کے نزدیک میری آمد اسی کی آمد ہے جیسا کہ یوحنا کی آمد ایلیا کی آمد تھی تو اس صورت میں ضروری تھا کہ میں عیسے مسیح کے رنگ پر غریبانہ وضع پرتا اور کوئی شاہانہ شوکت میرے ساتھ نہ ہوتی مان آپ نے ہمارے لئے یہ دروازہ کھول دیا ہے کہ ہم سچائی کو دلائل کے ساتھ پیش کریں اور گورنمنٹ برطانیہ کی حکومت کو غنیمت سمجھیں کیونکہ کوئی دوسری اسلامی سلطنت اپنے مخالفانہ جوشون کی وجہ سے کبھی ہماری برداشت نہیں کرے گی۔

اگر ہم ان نیک ظنیوں سے جو اس گورنمنٹ عالیہ کی نسبت ہمارے دل میں بھری

ہوئی ہیں۔ پورے طور پر قایدہ نہ اٹھا سکیں تو کم سے کم اس قدر تو ہم قطعی یقین رکھتے ہیں کہ وہ لوگ جو اپنے طریقوں سے اسلام پر ہاتھ صاف کر رہے ہیں وہ اس دانا گورنمنٹ کے نزدیک انصاف اور قانون کے لحاظ سے آزادی سے قایدہ اٹھانے کا کوئی خاص حق نہیں رکھتے بلکہ گورنمنٹ عالیہ کی پولیٹیکل مصلحت اس بات کی مقتضی ہے کہ وہ کشادہ پیشانی سے مشنریوں کے مقابل پر دوسری قوموں کو بھی ایسی آزادی دے جو مشنریوں کو حاصل ہے۔ ہم چونکہ کسی ایسے سلطان کو پیش رو نہیں رکھتے اور نہ رکھنا چاہتے ہیں کہ دوسرے بعض مسلمانوں کی طرح اس کو خلیفۃ المسلمین قرار دیں۔ اس لئے ہم اسی گورنمنٹ سے اپنے دینی حقوق بھی ایسے ہی مانگتے ہیں جیسے کہ دنیوی حقوق۔ ہمارے لئے کوئی چارہ نہیں کہ ہم مشنری مصنفوں کو کسی طرح راضی کر سکیں۔ گو ہم اس گورنمنٹ محسن کی راہ میں جان دینے کو بھی تیار ہیں۔ ہم درد دل سے کہتے ہیں کہ بے شک ہمارے لئے یہ ایک سخت ابتلا کا موقعہ ہے کہ ایک کامل تحقیق اور تدقیق جو بیانیہ ثبوت پہنچ گئی ہے وہ گورنمنٹ عالیہ کے مذہب سے ہمیں دور رکھنا چاہتی ہے۔ لیکن چونکہ دراصل ہمارے گورنمنٹ راستی پسند ہے اور انصاف اپنا اصول رکھتی ہے اس لئے جو شخص راستی سے پیار کرتا ہے وہ اس گورنمنٹ کی اصل اغراض کے مطابق قدم اٹھا رہا ہے اور درحقیقت سچائی ایک ایسی چیز ہے جس کا بہر حال انجام بخیر ہے اور انصاف پسندی ایک ایسا گہرا تابان ہے جو ہر صورت قابل قدر ہے۔ جو بات تحقیق سے ثابت ہو جائے اس کو قبول نہ کرنا سچائی کا خون کرنا ہے ان یہ بات ضرور ہے کہ ایسے مباحث کو نہایت تہذیب اور سلیقہ سے لکھا جائے۔ اور کوشش کی جائے کہ کوئی بات اعتدال سے نہ بڑھے اور ہر ایک استدلال لطافت اور نرمی کا پیرایہ رکھتا ہو۔ چنانچہ اس رسالہ میں یہی سلیقہ ملحوظ رہے گی۔ گورنمنٹ عالیہ کی اطاعت اور چیز ہے اور مذہبی اختلاف اور چیز ہے۔ بلکہ اس گورنمنٹ کے لئے شکر کی جگہ ہے کہ خدا نے اس کو ایسا اقبال بخشا ہے کہ صد مختلف طور کے مذہب اس کے زیر سایہ سکونت رکھتے ہیں۔

اور یہ گورنمنٹ اس وقت ایک ایسے بڑے درخت کی مانند ہے جس پر ہر ایک قسم کے پتہ پناہ گزین ہیں بعض عوام الناس کی یہ غلطی ہے کہ جو کہتے ہیں کہ گورنمنٹ دراصل مشنریوں کی طرف دار ہے۔ بلکہ گورنمنٹ نہ کسی کی طرف دار ہے اور نہ کسی کی مزامم۔ اس پولیٹیکل غلطی سے ہماری گورنمنٹ بہت دور ہے کہ وہ ایسے ملک میں جہاں رعایا اپنے یاد شاہ سے اختلاف مذہب رکھتی ہے۔ مذہبی امور میں کسی طرف داری کی رنگ آمیزی سے دخل دے یا کسی یسویں میں ایسے امور کی بنا پر اپنی ناراضگی ظاہر کرے یہ سچ ہے کہ ہم نے شائع کردہ رسالہ میں حضرت مسیح کو انسان لکھا ہے اور آپ کی موت کی نسبت بھی بیان کیا گیا ہے۔ جو باعث اشتعال سول ہے لیکن جس حالت میں مسلمانوں کا سارا قرآن اول سے آخر تک اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم محض ایک انسان تھا جو فوت ہو گیا۔ اور ان کو خدا سمجھنا انسانی غلطیوں کا ایک نمونہ ہے جس کی صدا ناظرین مسیح کے وجود سے بھی پہلے ہر ایک قوم میں پائی جاتی ہیں تو پھر اس اعتقادی امر سے ہماری دانشمند گورنمنٹ کو کیا تعلق ہے دنیا میں ہر ایک کا جدا جدا خیال اور جدا جدا مذہب اور جدا جدا رائے ہیں۔ پس اگر مشنری صاحبوں نے حضرت مسیح کی خدائی دیکھ لی ہے اور کچھ ثبوت مل گیا ہے تو ان کی مہربانی ہوگی کہ بجائے بے جا جوش دکھلانے کے ایسے ثبوت کو پیش کر دیں ثابت شدہ سچائی سے کون انکار کر سکتا ہے۔ لیکن ایسا کرنا مناسب نہیں ہے کہ کسی ثابت شدہ حقیقت سے ناراض ہوں۔ حکمت اور دانائی اسی سے بڑھتی ہے کہ جو بات ثابت ہو جائے اس کو قبول کر لیں۔ یہ بھی تو انصافاً سوچنا چاہئے کہ جیسا کہ ان کو یہ حق حاصل ہے کہ حضرت مسیح کی خدائی کا ثبوت دین ایسا ہی ان کے خافین کو بھی حق پہنچتا ہے کہ وہ مخالفانہ ثبوت پیش کریں +

ہر ایک ملک کی روحانی سچائیوں میں تسبیحات ان تین چیزوں پر موقوف ہیں۔

(۱) اول یہ کہ سچائی اور دیانت کی طرف لوگوں کو رغبت پیدا ہو۔ (۲) دوسری یہ کہ تعمیل اور تدقیق اور تفتیش کا شوق ہو۔ (۳) تیسری یہ کہ گورنمنٹ جسکے وہ ماتحت ہوں وہ علم دوست

اور انصاف پسند ہو سو ہمارے خیال میں ہے کہ خدا کے فضل اور رحمت نے یہ تینوں امور ہمارے ملک میں پیدا کر دیئے ہیں بہتیرے ایسے دل پیدا ہو گئے ہیں کہ وہ سچائی سے محبت کرتے ہیں اور اگر اس کو پالیں تو گو کیسی ہی تکالیف کا سامنا ہو مگر اس کو چھوڑنا نہیں چاہتے بہتیرے ایسے ہیں کہ تحقیق اور تفتیش کے لئے ان کی دماغی قوتوں کو ایک فطرتی مناسبت ہے۔ اور نہ صرف وہ روحانی سچائیوں کو قبول کرتے ہیں بلکہ وہ تحقیق اور تفتیش کی زندہ طاقت سے ایک سچائی کو بہت سے اختلافات کی تار بکیوں سے کھینچ کر باہر لے آتے ہیں۔ گورنمنٹ برطانیہ جس کے ماتحت ہم لوگ ہیں وسیع خیال اور علم دوست ہے اس کے حکام ایسے اعتدال سے رعایا کے ساتھ برتاؤ کرتے ہیں کہ ان کی منصفانہ نیت کی وجہ سے خود بخود مخفی امور ظاہر ہوتے جاتے ہیں اور اگر ایک حق الامر کو ایک مشنری کے مخالف بھی پائیں تو کبھی اس کو قبول نہیں کرتے اور اپنی عملی کارروائیوں سے ظاہر کرتے ہیں کہ وہ علم دوست اور انصاف پسند اور حق پرور انسان ہیں یہ بنیاد خیال نہیں بلکہ ہمارے پاس اس بات کے روشن ثبوت ہیں کہ اس گورنمنٹ کے حکام رعایا کی نسبت مذہبی تعصب کو ہرگز اپنے نزدیک نہیں آنے دیتے اور پورے انصاف سے کام لیتے ہیں +

اس جگہ ایک قصہ کو لکھنا جو ہمارا خود چشم دید ہے خالی از دلیچسپی نہ ہوگا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انگریز حکام سلطنت برطانیہ کے کس قدر حق پسندی کے عاشق ہیں کہ انصاف پسندی کے جوش میں مذہبی تعلقات کی کچھ بھی پروا نہیں رکھتے کچھ بہت عرصہ نہیں گزرا کہ ہمارے اس فرقہ احمدیہ کے امام و پیشوا مسیح موعود میسرزا غلام احمد قادیانی پر ایک مشنری صاحب نے اقدام قتل کے الزام سے ایک مقدمہ عدالت میں دائر کر دیا تھا۔ ابتدا اس کی یہ تھی کہ اس مقدمہ کے نام و نشان نہ تھے پہلے مرزا صاحب موصوف نے ہم سب کو جو قادیان میں حاضر تھے جمع کیا اور فرمایا

نہ موعود اور نہ موعود کا لڑکا

کہ مجھے خدا سے اطلاع ملی ہے کہ ایک خطرناک مقدمہ ہماری نسبت ہونے والا ہے۔ اور ضرور ہے کہ ہم عدالت میں حاضر کئے جائیں اور خوف و خطر میں پڑیں۔ مگر آخر بریت اور نجات ہے۔ تب جماعت اس بات کی منتظر تھی کہ وہ کس قسم کا مقدمہ ہے کہ بہت خطرناک صورت میں پیدا ہوگا اچانک چند ہفتہ کے بعد حضرت موصوف بذریعہ پولیس عدالت میں بلائے گئے۔ تب معلوم ہوا کہ ایک صاحب ڈاکٹر مارٹن کلا رکن نام جو امرتسر میں مشنری کا کام کرتے ہیں اور ایک مغز منسل میں ہیں۔ انہوں نے حضرت موصوف پر اپنی نسبت اقدام قتل کا مقدمہ دائر کیا ہے۔ بنیاد اس مقدمہ کی صرف اس بات پر تھی کہ ایک شخص عبد الحمید نام نے جس کو بار بار مسلمان اور عیسائی بننے کی عادت تھی ڈاکٹر مارٹن کلا رکن کو قریب دے کر اس پر یہ ظاہر کیا کہ گویا وہ ایک ہندو تھا اور اس کے پاس عیسائی بننے آیا ہے۔ اور پھر ڈاکٹر مذکور کے چند ماتحت عیسائیوں کی ترغیب کے موافق جو محض فتنہ انگیزی اور شرارت اور بہتان کی راہ سے دی گئی تھی۔ یہ ظاہر کیا کہ دراصل مجھے مرزا صاحب قادیانی نے ڈاکٹر کلا رکن کے قتل کے لئے بھیجا تھا اور ان ترغیب دینے والوں دسی عیسائیوں کو جن میں سے بعض واعظ انجیل بھی تھے۔ یہ موقع بھی ملا کہ وہی گواہ مقدمہ ہوئے اور جہانتک ان سے ہو سکا انہوں نے زور سے گواہیاں دے کر اس مقدمہ کو سچا بنانا چاہا اس موقع پر اگر حاکم بیدار و مغز اور انصاف پسند اور محقق مزاج نہ ہوتا یا برخلاف اصول انصاف کے ایک مغز مشنری کی ایک ذرہ رعایت اسکے دل میں ہوتی تو ظلم کرنے کے لئے اچھا موقع تھا۔ مگر اس نے ایسا نہ کیا بلکہ پورے طور پر تحقیق و تفتیش کر کے اصلیت نکال لی اور ثابت کر دیا کہ مقدمہ محض جھوٹ بنایا گیا ہے۔ اس انصاف پسند حاکم کا ہم نام بھی بتلا دیتے ہیں وہ ہیں کپتان ڈگلز صاحب جو ضلع گورداسپور میں ڈپٹی کمشنر تھے اور اب دہلی میں ہیں *

پس جس گورنمنٹ کے ایسے انصاف پسند حکام ہیں کہ باوجودیکہ مقدمہ کرنے والا ایک مشنری ہے اور گروہ عیسائیوں کا جو وہ بھی عیسائی اور واعظ انجیل

ان کی اور حکام

ہیں۔ شہادت میں پیش ہوا ہے اور مقدمہ خون کا ہے اور اندرونی طور پر ایک مشنری اس بات کا خواہاں ہے کہ کسی طرح ملزم سزا یاب ہو لیکن حاکم نے اس تمام جماعت کی کچھ بھی پروا نہیں کی اور فی الفور سمجھ لیا کہ جس پر مقدمہ کیا گیا ہے وہ چونکہ مشنریوں کے عقائد کے برخلاف لکھتا ہے اس لئے معاملہ عدالت کا ہے اور اصلیت کو ایسے طور سے ظاہر کر دیا کہ کسی کو دم مارنے کی جگہ نہ رہی۔ پس یہی اسباب ہیں جن کی وجہ سے انگریزی گورنمنٹ دلوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اس حاکم کی جو اندری کو دیکھو کہ عدالت کے رو سے ایک مشنری اور اس کی جماعت کو ہمیشہ کے لئے یہ داغ لگا دیا کہ وہ ایک جھوٹا مقدمہ اقدام قتل کا عدالت میں لایا اور ذرا اس بات کا پاس نہیں کیا کہ وہ عیسائی قوم کا ایک معزز مشنری ہے پس یہی وجہ اس گورنمنٹ کے اقبال کی ہیں کہ ایسے منصفانہ نمونے ان حکام میں پائے جاتے ہیں جن میں اس بات کے معلوم کرنے سے بڑی خوشی ہوئی کہ اسی قسم کے نمونے وائسرائے کے حال یعنی لارڈ کرزن کے شہرہ آفاق ہو رہے ہیں۔ ایسے نمونوں سے جس قدر رعایا کو سچے تعلقات ہمدردی اور خیر خواہی کے اپنی محسن گورنمنٹ سے پیدا ہوتے ہیں ان کی تشریح کی ضرورت نہیں۔ مذہبی امور میں چڑنا یا دل میں بغض پیدا کرنا ایسی گورنمنٹ سے ہزار بار کوس بعید ہو چکے حوالہ خدا کی حکمت اور مصلحت نے کر ڈیا انسان مختلف مذاہب اور مذاہب کے لئے ہیں اور جس کو اپنی سلطنت کی نیابت دے کر اقتدار کے تخت پر بٹھا دیا ہے +

خدا نے بھی اپنی حقیقی بادشاہت کے لئے ہی قانون مقرر کر رکھا ہے کہ ہر ایک قسم کے مذہب جن میں سے صرف ایک سچا اور باقی سب جھوٹے ہیں اس کے سایہ رحمانیت کے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں کسی اہل مذہب پر آسمان پر سے پتھر نہیں برستے اور نہ عذاب نازل ہوتا ہے بلکہ اس کا سورج اور اس کا چاند اور عناصر اور اس کی تمام بنائی ہوئی چیزیں سب نبی آدم کو تربیت اور پرورش کا حصہ پہنچا رہی ہیں۔ اگر دنیا میں کسی باطل مذہب والی قوم پر خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی عذاب نازل ہوا ہے تو وہ عذاب اس وجہ سے نازل نہیں ہوا کہ

اس کا مذہب باطل ہے بلکہ ان لوگوں کی بے شمار شوخیوں اور شرارتوں کی وجہ سے نازل ہوا ہے۔ خدا کا ہرگز یہ قانون نہیں ہے کہ بطلان مذہب کی وجہ سے کسی قوم پر دنیا میں عذاب نازل کیے یا اپنی رحمت عامہ سے ان کو جواب دیدیوے یہی طریق عادل بادشاہوں کا ہوتا ہے کہ وہ محض مذہب کے اختلاف کے خیال سے کوئی بدارادہ اپنے دل میں پیدا نہیں کرتے اور مخلوق الہی کو جو ان کے زیر سایہ زندگی بسر کرتی ہو خدا کی امانتیں تصور کرتے ہیں اس قسم کا چڑنا اور دل تنگی ظاہر کرنا بہت چھوٹے اور پست ہمت آدمیوں کا کام ہے اختلاف رائے یا اختلاف مذہب ایک اور چیز ہے۔ اخلاق یا نبی نوع کے حقوق پر اسکا کوئی بگاڑ نہیں ہے۔ یہ دیکھنا چاہئے کہ جو شخص اختلاف مذہب یا اختلاف رائے کے باعث سے چڑتا اور ناراض ہوتا ہے اگر اس کا یہ باعث ہے کہ جس بہشت یا جس نجات ابدی تک پہنچنا چاہتا ہے۔ اس بہشت یا اس نجات کو وہ شخص قبول نہیں کرتا تو اس حالت میں وہ شخص اور بھی رحم کے لائق ہے کہ وہ نجات جو اسکے لئے تیار کی گئی ہے وہ اس سے دور رہنا چاہتا ہے اور اگر ناراضگی کا یہ باعث ہے کہ وہ اس مذہب کو کیوں قبول نہیں کرتا جس مذہب کا یہ ناراض ہونے والا شخص پابند ہے تو اس سے بڑھ کر کوئی ظلم نہیں کیونکہ اس صورت میں یہ شخص اس مورد غضب کا خیر خواہ نہیں ہے بلکہ تحکم کے طور پر اپنے مذہب کی پیروی کرتا چاہتا ہے۔

مذہب کے رو سے سچا اصول یہی ہے اور اسی میں امن عامہ ہے کہ کسی پر اختلاف کی وجہ سے ناراض نہیں ہونا چاہئے اور خود یہ انعامیت سے بھی بعید ہے کہ اختلاف رائے کی وجہ سے اشتعال طبع پیدا ہو بلکہ ایسا شخص ایک قسم کی رگ دیوانگی اپنے اندر رکھتا ہے کہ جو شخص اس کی رائے کے مخالف ہو اس پر اتنا رورندگی ظاہر کرتا ہے اور بلاشبہ ایسا وجود خطرناک ہے۔ مثلاً اگر ایک شخص ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا منکر ہے اور اس پر یہ امر مشتبہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درحقیقت سچے نبی اور خدا کی طرف سے ہیں تو

ہمارے انسانی رحم کا یہ مقتضا ہونا چاہئے کہ ہم نرمی اور ملائمت کے ساتھ اس سے پیش
آویں اور کوشش کریں کہ اس کے شبہات دور ہو جائیں اور اس پر ثابت کریں کہ ہم
محبت سے نہ کسی دشمنی اور عناد سے اس کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہتے ہیں اور ہم اسکے شبہات دور
کرنے کے لئے بڑے ادب اور ہمدردی سے تیار ہیں لیکن ہم اگر ایسے اختلاف کی وجہ سے
اس کو اپنا دشمن سمجھ لیں جیسا کہ اس زمانہ کے اکثر مسلمان مولوی یہی طریق رکھتے ہیں تو اس
صورت میں ہماری درندگی بجائے فائدہ کے اس کو نقصان پہنچائے گی اور علاوہ مخالفت
مذہب کے ہم اخلاقی حالت میں بھی بہت نیچے گرے ہو کے متصور ہوں گے۔ کیونکہ ایک
منکر جب تک کہ اس کے پاس ایک عقیدہ کے ماننے کی وجہ نہیں بلاشبہ حق رکھتا ہے کہ
وہ انکار پر قائم رہے اور اسکے ساتھ بد اخلاقی یہ بھی ایک قسم کا جبر ہے۔ جس کو عقل
اور انصاف اور انسانی ہمدردی پسند نہیں کر سکتے اور جن لوگوں کے اخلاق پر مذہبی تعصب
غالب ہے ان کو کسی طرح حقیقی اخلاق میں سے حصہ نہیں ہے۔ سو ایسے مسلمان میرے
نزدیک سچے مسلمان نہیں ہیں جن کے اخلاق بشرط مناسبت رائے اور بشرط موافقت
مذہب ہیں۔ اسی طرح میں ان عیسائی مشنریوں کے حالات کو بھی قابل اعتراض سمجھتا
ہوں جو مذہبی تعصب کے جوش میں اگر ایک دم میں انجیل کی تمام تعلیم کو فراموش کر دیتے
ہیں اور بجائے اس کے کہ اپنے دشمنوں سے پیار کریں جیسا کہ ان کو حکم ہے اس بات پر
زور دیتے ہیں کہ گورنمنٹ و دشمن بھی ان ہی کی عادت اور رویہ کو اختیار کرے۔

یہ عجیب بات ہے کہ جن انجیلی اخلاق کا مشنریوں کو وارث ہونا چاہئے تھا وہ اخلاق
انگریز حکام دکھلاتے ہیں جیسا کہ ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ ایک مشتری صاحب نے ہمارے
امام مسیح موعود پر اقدام قتل کا قابل شرم مقدمہ کھڑا کیا اور دوسرے مشنریوں کو بطور
گواہ پیش کیا لیکن مجسٹریٹ ضلع نے جو کپتان ڈگلز تھے پور غور اور توجہ سے اس ضلع کی
حقیقت کھول دی اور صاف کر لیا کہ مشتری صاحب ایک جھوٹا مقدمہ ان کے پاس لائے

ہیں اور اس مقدمہ کو خاسج کیا۔ اب اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیوں ڈاکٹر کلارک نے باوجود مشنری کہلانے کے ارتکاب ایسے امر کا کیا اور ناحق ایک شخص کو جو محض معصوم اور بری تھا خون کے مقدمہ میں پھنسانا چاہا۔ اور اس منصوبہ بازی میں اپنے بیان اور اپنی کوشش اور اپنے گواہوں کے پیش کرنے میں کسی طرح سب کو تاہی نہیں کی لیکن برعکس اس کے کپتان ڈگلز نے اس تمام تاریکی سے جو ان کے آگے رکھی گئی تھی۔ اس طرح پر اپنے تئیں باہر نکال لیا جیسا کہ بجلی تاریک بادل میں سے باہر آتی اور آسمان کو روشن کر دیتی ہے اس کا کیا سبب ہے۔ اگر یہ فراست اور کائنات کی چمک جو کپتان ڈگلز کو دی گئی اس کا سبب انجیل کی پیروی تھی تو یہ راست بازی اور پاک کائنات ڈاکٹر کلارک اور اسکے رفیقوں میں ہونی چاہئے تھی جو دن رات انجیل پڑھتے اور سناتے اور اس کی اشاعت میں سرگرم رہتے ہیں۔ ہم یقین نہیں کر سکتے کہ کپتان ڈگلز کو سرکاری کاموں سے اس قدر فرصت ملتی ہو کہ وہ دس بیس مرتبہ تمام دن میں انجیل پڑھتے ہوں یا اس کا وعظ کرتے ہوں پھر یہ دل کی صفائی ان میں کیونکر پیدا ہو گئی جو ایک پادری کو نصیب نہیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے ایک خون جیسے مقدمہ میں جس میں رعایت کرنے والے یا کسی سفارش سے متاثر ہونے والے کو اپنے ہم مذہبوں کو خوش کرنے کا خوب موقع ملتا ہے ایک ذرہ کسی فریق کی رعایت نہ کی بلکہ سچائی اور عدالت کا پاس کیا اور مشنریوں کی ایک عظیم جماعت منہ دیکھتی رہ گئی اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ قوت راست پسندی اور حق پروری کی پادریوں کے ذریعہ سے کپتان ڈگلز میں نہیں آئی تھی بلکہ اپنے مان اور باپ کے ذریعہ سے تھی اور ایک فطرتی خوبی تھی کیونکہ اگر پادریوں کے ذریعہ سے آئی ہوتی تو کیا وجہ تھی کہ مشنری لوگ جو اس قوت کا منبع اور سرچشمہ تھے وہ اس سے محروم رہتے چنانچہ ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ کیونکہ ڈاکٹر کلارک اور دوسرے مشنری ایک جھوٹے خون کے مقدمہ کو عدالت کپتان ڈگلز میں لائے ایسا مقدمہ جو سراسر افتراء اور قابل شرم

منصوبہ تھا۔

اس مقدمہ سے یہ مسئلہ حل ہو گیا کہ اکثر انگریز جو شریف اور منصف مزاج اس ملک میں آتے ہیں ان کی شرافت ذاتی ہے نہ طفیلی جو پادریوں کے ذریعہ سے ملی ہو۔ مان ایک یہ بھی باعث ہے کہ جب ایک بادشاہ صاف طبیعت اور حق پسندی کا مادہ اپنے اندر رکھتا ہے تو اس کی قوم کے لوگوں اور اس کی مستعد رعایا پر ضرور اس کا اثر پیدا ہوتا ہے پس چونکہ ملکہ مغظمہ میں بھی یہی خاصیت تھی کہ انہوں نے رعایا پروری میں مذہبی بخل سے اپنے تین پاک رکھا اور ان کے انصاف کو مذہبی اختلاف روک نہ سکا۔ اس لئے ان کی خاصیت ان کے نیک فطرت حکام میں بھی آگئی۔ وہ نمونہ اپنی سیرت کا جو ملکہ مغظمہ چھوڑ گئیں سلطنت برطانیہ کے ہر ایک حاکم بلکہ اخبار نویسوں کو بھی لازم ہے کہ اس نمونہ کی پیروی کریں اور ذرا توجہ کر کے دیکھیں کہ حضرت ملکہ مغظمہ نے اپنی بے تعصبی اور ہمدردی کا کیسا ثبوت دیا۔ کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ ملکہ مغظمہ نے بھی رعایا کے مقابل پر مذہبی تعصب سے کام لیا بلکہ بجائے تعصب کے اس نے ایسا نیک برتاؤ اپنی رعایا سے کیا کہ ہر ایک مسلمان ان کی امن بخش حکومت سے فائدہ اٹھا کر یہ خیال کرتا رہا کہ ہم ایک مسلمان ڈول بادشاہ کے زیر سایہ زندگی بسر کرتے ہیں اور ایسا ہی ہر ایک ہندو یہ سمجھتا تھا کہ ایک اوتار ہمارا راجہ ہے ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ بلاشبہ اس ملکہ نے اجنبیت کو دور کر دیا تھا اور جیسا کہ ملکوں کو سحر کیا ویسا ہی دلون کو بھی سحر کیا۔ اس سے عجیب قسم کی ہر دلعزیزی کے کام ظہور میں آئے۔ جب انہوں نے اپنا مصاحب بتانے کے لئے منشی عبدالکیرم کو منتخب کیا اور ایسا ہی اور کام بھی اسلام کے مفید کئے تب عجیب قسم کے خیالات مسلمانوں میں پیدا ہوئے۔ جو سلطنت کے لئے نہایت مفید تھے۔ اور رعایا اور بادشاہ میں ایک روحانی تعلق پیدا کرتے تھے۔ بعض لوگ کہتے تھے کہ ملکہ مغظمہ کو مسلمانوں سے ایک خاص تعلق اور انس ہے اور بعض کہتے تھے کہ میان تعلق کیا دراصل ملکہ مغظمہ درپردہ

مسلمان ہے جی تو ایک مسلمان کو اپنا مصاحب بنایا اور صاف ظاہر ہے کہ منشی عبدالکیرم کو اپنی مصاحبت کی عزت نجشتا مشربون کی رائے کے بالکل مخالفت تھا۔ اور وہ لوگ ہرگز اس سے خوش نہیں ہونگے کہ ایک مسلمان کو یہ قرب صحبت کا درجہ عطا کیا جائے ایسا ہی ملکہ معظمہ نے کسی ایسے کام کئے کہ ایک مذہبی انسان سے ایسا ظہور میں آنا بالکل غیر ممکن ہے۔

غرض چونکہ انگریز ایسے انصاف پسند اور رعایا پرور بادشاہ کے زیر تربیت نشوونما پانے والے تھے جیسے کہ ملکہ معظمہ تھیں۔ اسی وجہ سے ان کو انصاف پسندی اور عدالت کا جوہر عطا کیا گیا۔ اور ملکہ معظمہ میں صرف انصاف پسندی کا ہی مادہ نہیں تھا۔ بلکہ اُن کی فطرت میں ایک یہ بھی خاصیت تھی کہ رعایا کے قصور اور خطا کو حقے الو مع معاف کر دینے کے لئے اُن کی طبیعت مائل ہوتی تھی۔ ششہ کے ایام میں جب ایک گروہ کثیر تک حام لوگوں نے غدیر پر پا کیا اور جہالت اور شرارت سے ہزار ہا انگریزوں اور ان کی عورتوں اور ان کے بچوں کو بے وجہ قتل کر ڈالا تو درحقیقت یہ ایک بڑا گناہ تھا جو رعیت سے ظہور میں آیا اور اس ملک کے لوگوں کو نہایت شرمندگی سے اقرار کرنا پڑے گا کہ یہ ایک ایسی پلید حرکت تھی کہ اگر اس کے عوض میں کئی لاکھ انسان قتل کئے جاتے۔ خاص کر مولوی اور پنڈت جو مبداء فساد تھے تو وہ عین انصاف تھا۔ لیکن جب ایک مسودہ اسی قسم کی سزا کے لئے ملکہ معظمہ کے سامنے پیش کیا گیا اور دستخط کرنے کی التجا کی گئی تو آپنے اس پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ مجھ سے یہ سختی نہیں ہو سکتی اور پھر جب عرض کیا گیا کہ یہ لوگ باغی ہیں اور بغاوت کی سرانجام مصلحت ملکی گی وجہ سے سخت ہوا

ہند ہی غدر کے دن تھے جبکہ ہماری امام مسیح موعود کے والد صاحب میرزا غلام مرتضیٰ رئیس قادیان نے پچاس گھوڑے اور پچاس سوار سے گورنمنٹ عالیہ کو مدد دی تھی اور اسی نازک موقع پر جبکہ وحشتناک ہوا تھی اپنے کثیر حصہ جہاد کو فروخت کر کے اور گھوڑے خرید کر اور سوار بہم پہنچا کر حق اخلاص خیر خواہی ادا کر دیا

ہوا کرتی ہیں تو آپ نے جواب دیا اور فرمایا کہ یہ سچ ہے مگر میں عورت بادشاہ ہون میں ایسا ہرگز نہیں کروں گی۔ اب ذرا سوچنے کا مقام ہے کہ اگر خدا نے ملکہ معطلہ کے دل کو ایسے طور سے ہمدرد رعایا نہ بنایا ہوتا تو شہداء میں جو کچھ ہندوستانیوں سے بغاوت ظہور میں آئی تھی وہ ایک سخت سزا کے لائق تھے جس سے عہدہ درگزر کی گئی۔

ان سب باتوں سے ہم نتیجہ نکالتے ہیں کہ گویا ہر ملکہ معطلہ عیسائی مذہب کی تعین کردہ خدا نے ان کو مذہبی تعصبات اور مذہبی رنگ آمیزیوں سے بالکل پاک رکھا تھا اور یہی وجہ ان کے اقبال اور شوکت اور شان کی تھی کہ ان کا دل شامہ ہمدردی رعایا سے پُر تھا۔ ان کی یہ شائستگی اور اخلاقی حالت پادریوں کے ذریعہ سے نہیں تھی بلکہ اپنے شریف باؤ اجداد کے تخم سے اور اپنی فطرت کے گہرائی کی وجہ سے تھی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ عیسائیوں میں زیادہ انجیل پڑھنے والے مشنری لوگ ہیں جن کی ہمیشہ یہ آرزو رہتی ہے کہ سرکاری سکولوں اور کاليجوں میں بھی انجیل لازمی ٹھہرائی جائے۔ لیکن اگر ان کی روحانی حالتوں کا شواہد ملکہ معطلہ اور سلطنت کے دوسرے ارکان سے مقابلہ کیا جائے تو مجبوراً اقرار کرنا پڑے گا کہ ان مشنری لوگوں کو ان خدا و اخلاق سے جو ملکہ معطلہ یا ان کے حکام کو عطا کئے گئے ہیں کچھ بھی نسبت نہیں۔ پس اگر یہ اخلاقی فاضلہ انجیل کی وجہ سے ہوتی تو سب سے زیادہ پادریوں میں ہونے چاہئے تھے حالانکہ ان میں مفقود ہیں اور عمدہ صفتیں اکثر ایسے انگریزوں میں دیکھنے میں آتی ہیں کہ نہ تو وہ پادری ہیں اور نہ ان کو پادریوں کی صحبت کا بہت اتفاق ہوتا ہے۔

انسانی سرشت میں اگرچہ بہت سی اعلیٰ درجہ کی قوتیں ودیعت رکھی گئی ہیں لیکن دو قوتیں گویا خاص علامت انسان ہونے کی ہیں (۱) ایک یہ کہ اخلاقی حالت ایسے اعلیٰ درجہ پر ہو کہ کوئی مذہبی نجل اور تعصب یا اعتقادی مخالفت اس میں رخصانہ انداز ہو سکے (۲) دوسری یہ کہ دماغی بیدار مغزی اور روشنی حواس اور تیزی عقل ایسے کمال پر ہو

جو تدابیر ملکی اور مصالح نگارنی رعایا میں بہت ہی کم غلطی کا اتفاق ہو اب صاف ظاہر ہے کہ اگر ان دونوں قوتوں کو اکمل اور احسن درجہ پر پہنچانے کے لئے انجیل کی ضرورت ہے تو پھر یہ قبول کر لینا چاہئے کہ مشنریوں سے بڑھ کر کوئی عیسائی ان دونوں قوتوں میں صاحب کمال نہیں حالانکہ یہ صریح غلط ہے اگر مثلاً کسی بشپ کو گوگلکٹہ کا ہی بشپ ہو جائے لارڈ کرزن کے وائسرا کے کیا جائے تو کیا کوئی عقل مان سکتی ہے کہ جس روشن دماغی اور وسعت اخلاق کی مدد سے لارڈ کرزن کام کر رہے ہیں وہ بشپ بھی ایسا ہی کام کر سکے گا۔ ہرگز نہیں بلکہ یہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کی سوچیں بہت دور تک نہیں جاسکتیں اور ان کے اخلاق کا دائرہ نہایت محدود ہے اور ان کا اخلاقی اور ذہنی چشمہ تقصیب اور کوتاہ اندشی کے کیمچر سے محفوظ نہیں ہے۔

Digitized by Khilafat Library

یہ لوگ اپنی نہایت سادہ طبعی سے خیال کرتے ہیں کہ اب ایسا زمانہ آ گیا ہے۔ کہ حضرت مسیح کی خدائی کو لوگ ہنسی خوشی سے قبول کر لیں گے اور یہ نہیں جانتے کہ زمانہ کے دماغی قوتے اب اس دھوکے پر گزرا نہیں سکتے کہ ایک انسان کو خدا قرار دیں۔ یہ عقیدہ جب یورپ کے لوگوں کے گلے پڑ گیا وہ اور زمانہ تھا اور اب یہ زمانہ اور ہے اور جس درجہ عقل اور فہم تک اب یورپ نے ترقی کر لی ہے۔ اگر اس پہلے زمانہ میں ہی ترقی ان کو حاصل ہوتی تو وہ کبھی اس غلطی کی برداشت نہ کر سکتے۔ غرض یہ ثابت شدہ امر ہے کہ تمام مسلمان مشنری صاحبوں کا ان دونوں قوتوں میں عمدہ نمونہ اپنے اندر سے پیش نہیں کر سکتا۔ لیکن دوسرے انگریز جو نہ مشنری ہیں نہ واعظ انجیل وہ دماغی اور اخلاقی قوت کے لحاظ سے نمونہ دکھاتے ہیں کہ جس سے سلطنت کو قوت پہنچتی ہے۔ پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ باوری صاحبان جس مسئلہ الوہیت مسیح پر زور لگاتے ہیں ایک ذرہ ثبوت اسکا ان کے پاس نہیں ہے۔ صرف رسم اور عادات کے رنگ میں یہ عقیدہ ان کو پیارا معلوم ہوتا ہے درحقیقت وہ خیالات جو عادت میں داخل ہو جاتے ہیں اور پھر مصالح حست قومی کا ان پر رنگ

چڑھ جاتا ہے۔ ان کا دور کرنا نہایت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ خدا کا وجود درپردہ غیبی ہے اس سے ڈرنے والے وہی لوگ ہوتے ہیں جو انصاف اور راست بازی کو اپنے مول مقرر کر لیتے ہیں اور ان کا آرام اور ان کا بہشت اور ان کا ہر ایک سامان راحت سچائی میں ہوتا ہے۔ اور باقی تمام لوگ تعصب میں مبتلا ہیں وہ خدا کی پرستش نہیں بلکہ رسم اور عادت اور قوم کی پرستش کرتے ہیں اور یہ اعتراض صرف عیسائیوں پر نہیں بلکہ مسلمانوں پر بھی یہی الزام عائد ہوتا ہے۔ جب تک انسان صرف ایک مذہبی رنگ میں زندگی بسر کرتا ہے اور اس روح سے خالی ہے جو خدا کی طرف سے بھونکی جاتی ہے خواہ وہ ایک پادری کی صورت میں ہے اور خواہ ایک مولوی کے پیرائے میں اور خواہ ایک پنڈت کی شکل میں وہ پاک زندگی سے بے بہرہ ہے اور اس سے تعصب کا الگ ہونا ایسا مشکل ہے جیسا کہ ایک بدبودار مادہ سے بدبو کا دور ہو جانا اور اس کے اخلاق کا وسیع ہونا اس سے بھی زیادہ تردد شواہ ہے۔

لیکن وہ شخص جس کی زندگی مذہبی رنگ پر نہیں بلکہ علمی رنگ پر ہے وہ تعصب سے دور ہوتا ہے اور اخلاق اس کے بہت وسیع ہوتے ہیں اور عامہ خلائق کا وہ ہمدرد ہوتا ہے۔ اب اس فرق کو خوب غور کر کے سمجھ لو ایسا نہ ہو کہ دھوکا کھاؤ اور فرق یہ ہے کہ مذہبی رنگ کے انسان جیسا کہ اخلاقی حالت ان کی نہایت پست اور گری ہوئی ہوتی ہے ایسا ہی وہ اکثر بہت ذلیل خیالات میں مبتلا ہوتے ہیں اور کوئی واقعہ کسی ایسی تبدیلی کا ان کو پیش نہیں آتا جس سے وہ عوام الناس کے ہاتھ سے دکھ اٹھائیں اور لغت ملامت کا نشانہ بنیں بلکہ وہ ہمیشہ رسمی عقائد اور اعمال کی بجا آوری میں قوم کے غلام ہوتے ہیں اور اپنی وجاہت اور عزت اور آرمینوں کو مد نظر رکھ کر اور قومی تعصب کا بت اپنی آنکھوں کے سامنے نصب کر کے ہر وقت اسی کو سجدہ کرتے ہیں اور اسی کے مناسب حال ان کا حرکت و سکون ہوتا ہے اور تمام عمر ان کو یہ موقع نہیں کہ وہ کسی...

مقام میں عوام کی مخالفت کر سکیں اور بسا اوقات ان کا کاشننس ان کو ملزم بھی کرنا ہو کہ جن عقیدوں پر وہ اصرار کرتے ہیں ان کے متعلق ان کے پاس کوئی دلیل نہیں مگر پھر بھی وہ انکو چھوڑنا نہیں چاہتے۔ وہ اس سچی تحقیق سے کام نہیں لیتے۔ جو ایک دنیا دار اپنے اونے درجہ کے دنیا کے امور میں اس سے کام لیتا ہے۔ بلکہ وہ روحانیت کی امتیاز سے کوئی بھی کام نہیں کرتے برخلاف اسکے علمی رنگ کا ایک انسان اپنے سچے جو ش اور توجہ سے سچائی کو ہاتھ لگانا چاہتا ہے اور وہ اس بات کا شیدا ہوتا ہے کہ قوی دلائل کے ساتھ کوئی بات پیدا ہو ماسوا اس کے وہ تنگ اخلاق بھی نہیں ہوتا۔ بلکہ علمی روشنی کے ذریعے وہ دوسروں کو بھی روشن کرنا چاہتا ہے اسی وجہ سے قدرتی طور پر اس کے اخلاق نہایت وسیع ہوتے ہیں اور جیسا کہ ایک باپ بچوں کے لئے اپنی پوری ہمدردی کو خرچ کرتا ہے ایسا ہی علمی رنگ کے انسان کا حال ہوتا ہے۔ وہ یہود اور بے دلیل باتوں پر نہ آپ قائم ہوتا ہے اور نہ خواہش رکھتا ہے کہ کوئی دوسرا قائم ہو بلکہ دلائل قاطعہ کا عاشق ہوتا ہے اور خاموشی کے ساتھ ان کو سنتا اور ان کو لینے کے لئے تیار ہوتا ہے +

یہ زمانہ جس میں ہم ہیں بالطبع تقاضا کرتا تھا کہ بجائے مذہبی جھگڑوں اور خرخشوں کے جن کی محض قصوں کہانیوں پر بنیاد ہے علمی سلسلہ قائم ہو کیونکہ جن قصوں کی بنیاد پر نوع انسان کے مذاہب بنے اب تک عمر بسر کی ہے وہ قیقتہ انسانوں کو کسی منزل تک نہیں پہنچا سکے اور کسی سچائی کو روشن کر سکے نہ ہیں دکھلا سکے بلکہ دنیا کو نرے مذہبی رنگ سے بہت نقصان پہونچا ہے اور ان کی اخلاقی حالتیں نہایت پست ہو گئی ہیں اور انسانیت کی ہمدردی بالکل جاتی رہی ہے۔ اور روحانیت کو نہایت درجہ صدمہ پہونچ گیا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے ایسے وقت میں جبکہ بہت سے زمینی امور بھی علمی رنگ میں آتے جاتے ہیں۔ چاہا کہ مذہبی مباحث کو

بنا
وہ
بنا

بھی علمی رنگ میں ظاہر کرے سو اس کے لئے خدا تعالیٰ نے ہمارے امام مسیح موعود کو دنیا میں بھیجا تا تمام دنیا جن جن امور میں مذہبی مباحث کے پیرائے میں باہم جنگ و جدل کر رہی ہے ان حقیقتوں کو علمی رنگ میں کھول کر دکھلایا جاوے۔ اور خود اہل دنیا کو اس بات کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ جبکہ اس علمی ترقی کے زمانہ میں طبعی اور ہیئت نے بھی ایک چمک دار جامہ پہن لیا ہے تو چاہئے کہ وہ مذہب جو دنیا کے تمام مذہبوں میں سے درحقیقت سچائی اور خوبصورتی اپنے اندر رکھتا ہے وہ بھی علمی رنگ میں اپنی سچائی کا تاج مرصع اپنے سر پر رکھے اور شوکت بیان اور قوت برہان کی جستائیں زیب تن کر کے دکھلاوے اور پھر قمیص کے نیچے کا حصہ ایک ایسی نورانی... چادر سے پیرون تک ڈھکا ہوا ہو کہ کوئی برہنگی اس سے نظر نہ آ سکے۔

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جب کبھی ایک دن مذہبوں کی لڑائی کا خاتمہ ہوگا تو وہ علمی رنگ کے ظہور وقت میں ہوگا نہ کسی اور وقت میں اور ہر ایک مذہب جو علمی رنگ میں اپنی چمک دکھلائے گا وہی سچائی کا بادشاہ سمجھا جائے گا اور یقین سمجھو کہ وہ دن دور نہیں ہیں۔ بلکہ آگئے۔ اور انسانوں کے دماغی قوے ایک نقطہ تک پہنچ گئے ہیں کہ اب وہ علمی روشنی پر قصوں کو ترجیح نہیں دے سکتے جو لوگ ان دنوں میں اپنے دماغی قوے کو دنیا کے کاموں میں خرچ کر رہے ہیں وہ اپنے اندر اس بات کے لئے ایک سبب پیداکرتے جاتے ہیں کہ اپنے دین و مذہب میں بھی انہی دماغی قوے سے کام لینا سوا امید کھنی چاہئے کہ یہی قوے جو ہر روز تیز کئے جاتے ہیں کسی وقت دین کی اصلیت سمجھنے کیلئے بھی مفید ہوں گے۔ غرض اب ایک ایسا زمانہ آگیا ہے جو دماغی قوے کو بیدار کر رہا ہے اور طبری تیز حرکت کر کے انسانی عاجی کے ہر ایک ام کو علمی رنگ میں لانا چاہتا ہے۔ اور صریح معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کا یہی ارادہ ہے کہ یہی حقیقت اور چھوٹے میاں درمیان لئے کر کے علمی شہادتوں سے ہر ایک امر کی اصلیت ظاہر کرے۔ اس زمانہ

میں انسانی چال چلن کی ہیکل اس بیمار سے مشابہ ہے جس کا کوئی عضو بیماری سے خالی نہ ہو اور سر سے پیر تک انواع اقسام کے امراض کا مجموعہ ہو اسی طرح اکثر انسانوں کے عقائد ایک طرف گندے اور خراب ہیں اور ایک طرف اخلاقی حالت بھی درست نہیں اور پھر معاملات بھی سراسر مغشوش اور فساد سے بھرے ہوئے ہیں۔ پس ایسی صورت میں یہ تمام تانا بانا جو بگڑ چکا ہے کیونکر درست ہو پس اس سوال کا جواب یہی ہے کہ بجز اسکے کہ مذہب کو علمی رنگ میں لایا جاوے اس وقت تک کسی صورت سے بھی اس گندے کیچر سے نجات ممکن نہیں ہے۔

اور علمی رنگ سے مراد یہ ہے کہ ایسے صاف اور پاک دلائل جو محض بیہودہ تصورات پر مبنی نہ ہوں تلاش کر کے اہل مسئلہ خدا شناسی کو غلطیوں سے مبرا کیا جائے اور پھر بعد اس کے اسی طرح حکیمانہ اصول کے موافق اخلاق اور معاملات پر نظر ڈالی جائے پس کچھ شک نہیں کہ اس تنقید اور تحقیق کے بعد تمام عقائد اور اخلاق اور معاملات یقینی طور کے ساتھ رنگین ہو جائیں گے اور وہ کمزوری جو شک اور شبہ کی حالتیں عقائد وغیرہ کے لئے ایک لازمہ ذاتی ہے وہ دور ہو جائے گی۔ زمانہ اس بات کا محتاج ہو رہا ہے کہ اس کے کوئی ایسی راہ پیدا ہو جس پر قدم مارنے سے وہ نفسانی جذبات اور سفلی تارکیوں سے نجات پاوے اور سچی خدا شناسی اور سچے اخلاق اور معاملات میں سچی امانت اور دیانت پیدا ہو جائے اور دیکھا جاتا ہے کہ ان ہر سہ قسم کی سیکیوں کو چھوڑنے سے نوع انسان کو بہت نقصان پہنچتا ہے اور وہ ایک نہایت تاریک گڑھے کی طرف کھینچے جا رہے ہیں۔ ہر ایک قوم نے اپنے اپنے رنگ میں تاریکی سے حصہ لیا ہے۔ عیسائیوں نے حضرت مسیح کو خدا بنا کر توحید کے پاک چشمہ میں ہزاروں من کیچڑ ڈال دیا ہے۔ ان میں جو عقلمند ہیں وہ اس بات کو بخوبی سمجھتے ہو گئے کہ انہوں نے ایک عاجز انسان کو خدا کے قادر قیوم کی جگہ دیکر ایک مخلوق قانی کو خدا کے ازلی ابدی کے تحت پر بٹھا دیا ہے۔ مسلمانوں نے اگرچہ اپنے

منہ سے یہ اقرار کیا ہے کہ وہ اس سچے خدا پر ایمان لاتے ہیں جو ازل سے ابدی غیر متبدل قادر
خدا ہے جو مرنے اور پیدا ہونے سے پاک ہے لیکن اکثر لوگوں کی حالتیں اس اقرار کے
مخالف ہیں۔ اور اگرچہ ہمیں اقرار کرنا پڑتا ہے کہ یہ عقیدہ اس سچائی کا مرکز ہے جو عنایت
ازلی سے محض اسلام کے حصہ میں ہی آئی ہے اور اسلام کی ہی یہ خوبی ہے تاہم افسوس
سے کہنا پڑتا ہے کہ اس زمانہ میں اکثر مسلمان جس خدا پر ایمان لانے کا دعوے کرتے ہیں
درحقیقت اس پر ان کو ایمان نہیں ہے نہ ان کو خدا پر بھروسہ ہے اور نہ دعا اور عبادات
میں خلوص اور اہتمام ہے اور نہ اس خدا کے وحدہ لا شریک پر یقین ہے بلکہ میں خیال
کرتا ہوں کہ اگر یہ لوگ صرف ظنی طور پر ہی اس خدا کو شناخت کرتے تو بے شک ان کے
اخلاق اور معاملات اور اعمال پاک ہو جاتے۔ اس لئے صرف ایک قوم اصلاح کو لائق نہیں
بلکہ یہ تمام قومیں اس بات کی محتاج ہو رہی ہیں کہ علمی رنگ میں پاک ہدایتیں حاصل
کریں اور پھر خدا سے قوت پا کر سچائی اور راستبازی کا مل طور پر جامہ پہن لیں۔

ایسی اصلاح محض انسانی عقل کا کام نہیں ہے کیونکہ اس کے ساتھ وہ روشنی نہیں
ہے جو آسمان سے نازل ہوتی اور دلون کو آرام بخشی ہے۔ اور نہ اس زمانہ میں فقط کسی
گذشتہ زمانہ کا حالہ دینا کافی ہو سکتا ہے کیونکہ گزشتہ باتیں جو اب محض بطور قصہ کے
پیش کی جاتی ہیں اس وقت کام نہیں کر سکتیں۔ مذہب کی حقیقی عظمت وہ ہے جو موجود
ہو اور یہی طور پر دکھائی دے نہ یہ کہ وہ باتیں ہی باتیں ہوں جو محض ایک قصے کے رنگ میں
سناٹی جاتی اور پیش کی جاتی ہیں جس الحاد اور دہریت کے خطرناک طوفان میں موجودہ
مذہب گنا چاہتے ہیں اس طوفان سے فقط گزشتہ قصے بچا نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ اپنے
اندر یقینی طور پر سچائی کی روشنی نہیں رکھتے بلکہ ایک موجودہ تاریکی کے دور کرنے کے لئے
ایک موجودہ روشنی کی ضرورت ہے صرف روشنی کے نام سے تاریکی دور نہیں ہو سکتی
جب تک اس روشنی کا وجود مرئی اور محسوس نہ ہو۔ لہذا اس زمانہ کی پر ظلمت حالت کو

ایک موجودہ روشنی کے ذریعہ سے تاریکی سے باہر لانا چاہئے۔ کسی عقیدہ کا واقعی طور پر... یقین دل میں آجانا ہرگز ممکن نہیں جب تک کہ اس عقیدہ کے دلائل علمی رنگین بنائے۔ ثبوت پہنچ نہ جائیں۔ یعنی ایسی عظمت جو محققوں کے دلوں کو اپنی طرف کھینچ لے ہرگز کسی عقیدہ میں پیدا نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ اس عقیدہ کی یقین پرست نہ ہو خاص کر اس زمانہ میں جب کہ سقیدی اور الحاد کا خوف ناک سبب ان لوگوں کو تڑپاتا ہے جو محض قصوں اور گزشتہ روایات کی اینٹوں سے بنائے گئے تھے۔

یہ ایک ایسا زمانہ ہے کہ صرف پرانے قہقہے عجائب پیرایوں میں پیش کرنے اس میں کافی نہیں ہیں۔ انسانوں کے دماغی قوے اب اس غذا سے فائدہ نہیں اٹھا سکے کہ جو اس سے پہلے مہیا کی جاتی تھی بلکہ ہر ایک شخص محسوس کر رہا ہے کہ اب وہ علمی... رنگ کی تحقیقاتوں کا محتاج ہے اور یہ خیال کہ ایسی تحقیقاتوں سے گورنمنٹ انگریزی نارمان ہے گورنمنٹ عالیہ کی صاف دلی پر بیہودہ بڑھتی ہے۔ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ گورنمنٹ اہل ہند کی وفاداری کو صدق دل سے تسلیم کر چکی ہے۔ بالخصوص ان خاندانوں کی نسبت جنہوں نے طوفان بغاوت کے زمانہ میں ثابت کر دیا کہ وہ اس دولت کے سچے خیر خواہ ہیں گورنمنٹ عالیہ کو کامل طور پر اطمینان ہے کہ وہ ایسے نہیں ہیں کہ ان سے کوئی حرکت بیوفائی کی صادر ہو سکے اور بدستہ گورنمنٹ عالیہ کے مدبر ارکان ان پر نہ صرف نیک نظر رکھتے ہیں بلکہ اس دانا گورنمنٹ کو آئندہ بھی ان کی وفاداری پر بہت کچھ بھروسہ ہے۔ ہر ایک شخص جو آنکھوں سے کام لیتا ہے وہ چشم دید سے بڑھ کر کسی دوسری شہادت کو مقبر نہیں سمجھتا گورنمنٹ کا وہ فقرہ تحریریت وہ حکام اب تک موجود ہیں جو بخوبی جانتے ہیں کہ میرزا غلام مرتضیٰ صاحب رئیس قادیان جو ہمارے میرزا صاحب حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے والد تھے کیسے وفادار اور سچے خیر خواہ رعایا میں سے تھے اور پھر آپ کے بھائی میرزا غلام قادر شاہ

میں تو کے گزر کی لڑائی میں اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر گورنمنٹ پر ثابت کر دیا کہ وہ نہ محض مال سے بلکہ جان سے بھی گورنمنٹ کی مدد کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ اور جانفشانی فحاصل ہیں۔ چنانچہ حکام کی خوشنودی کی چٹھیاں اب تک موجود ہیں۔ پھر بعد اسکے پورے بائیس برس سے ہمارے امام اس خدمت میں لگے ہوئے ہیں کہ پچاس کے قریب ایسی کتابیں عربی اور فارسی اور اردو میں تالیف کی ہیں جن میں بار بار مسلمانوں کو اس گورنمنٹ کی اطاعت کی ترغیب دی ہے اور جہاد کی ممانعت کی ہے اور وہ کتابیں نہ صرف برٹش انڈیا میں بلکہ تمام اسلامی ممالک میں شائع کر دی ہیں اور اسی مضمون کے اشتہار بھی شائع کئے ہیں بلکہ اپنی جماعت کے اصولوں اور عقاید میں یہ شرط داخل کر دی ہے کہ وہ ہمیشہ اس گورنمنٹ کی سچی خیر خواہ رہے۔ ہر ایک جو آپ کی بیعت کرتا ہے اس کو اپنے اندر یہ تبدیلی کرنی پڑتی ہے کہ وہ درحقیقت اس گورنمنٹ کا سچا خیر خواہ بن جائے۔

مثلیت اور توحید

جہاں تک میں سوچتا ہوں ان لوگوں کے لئے جو خدا تعالیٰ کے وجود کو مانتے اور اس کی ہستی اور اس کی تمام پاک صفات اور جزا سزا پر ایمان رکھتے ہیں سب کے ضروری امر یہ ہے کہ وہ نجات کے صحیح طریقہ کو تلاش کریں اور اگر خدا کے قدیم قانون قدرت اور صحیفہ فطرت اور اس کی پاک کتابوں کی تعلیم کی کھلی کھلی شہادتوں سے اور نیز جو اس کی کتابوں پر ایمان لانے والے فرقے ہیں ان کی کثرت رائے سے اور دوسرے زندہ بتوتوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ بغیر مسیح کے خون کے نجات نہیں اور بغیر عقیدہ ثلثیت کے رہائی نہیں تو اس صورت میں بڑا گناہ ہو گا کہ اس عقیدہ کو قبول

نہ کیا جائے کیونکہ جس جگہ یہ تمام امور اکٹھے ہونگے ممکن نہیں کہ وہ امر غلط ہو۔ لہذا ضروری ہے کہ اس وقت ان پانچوں پہلوؤں پر نظر ڈالیں اور پھر جو نتیجہ نکل سکتا ہے مغز تاثرین کو اس سے اطلاع دیدیں +

نجات کے بارے میں جس طریق کی طرف مسیحی واعظان دعوت کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ نجات ان دو باتوں پر موقوف ہے اول یہ کہ ایک شخص اس طرح پرتشلیت پر ایمان لاوے کہ باپ اور بیٹا اور روح القدس کو ایک وجود سمجھے اور پھر تین بھی اور ان کا تین ہونا عقیدہ رکھے اور پھر ایک بھی (۲) اور دوسری بات یہ کہ وہ اس بات پر ایمان لاوے کہ یسوع مسیح نے صلیب کے ذریعے سے مر کر اس لعنت سے پورا حصہ لیا جو شیطان اور اسکے گروہ کے لئے قدیم سے تیار کی گئی تھی اور اس طور سے اس پر ایمان لانے والے اس مہلک لعنت کے پھلون اور نتیجوں سے بچائے گئے۔ جو کفر اور ظلم اور طرح طرح کی بدکاریوں کا خیال دلوں میں ڈالتی اور بے ایمانی کی راہ سکھاتی اور دلوں کو اندھا کر دیتی اور خدا سے بیزار اور جدا کر دیتی ہے اور ایسے لوگ جو اس لعنت سے حصہ لیتے ہیں ان کے لئے یہ ضروری امر ہے کہ شیطان کے وارث ہو کہ بے ایمان اور خدا سے برگشتہ ہو جائیں اور ہمیشہ کے جہنم میں جائیں کیونکہ لعنت شیطان کے منہ کا سیہ داغ ہے۔ مگر یسوع مسیح نے دنیا سے یہ محبت کی کہ ایسی مہلک اور خطرناک لعنت جو ایمان کی دشمن ہے جسکے ایسے مہلک اور خطرناک نتیجے ہیں اپنے باپ سے درخواست کر کے اپنے ہی ولی وارث دکرالی۔

یہ وہ دو باتیں ہیں جن پر مسیحی صاحبوں کے عقیدہ کے رو سے نجات موقوف ہو۔ لیکن افسوس کہ یہ دونوں باتیں ایسی ہیں کہ نہ تو خدا کا قانون قدرت اور صحیفہ فطرت ان کا مصدق ہے اور نہ اس کی پاک کتابوں میں ان کی کوئی گواہی پائی جاتی ہے اور نہ کوئی زندہ ثبوت ان کا مؤید ہے اور نہ اہل کتاب کی کثرت رائے نے ان کی سچائی پر مہر لگائی ہے +

قانون قدرت کی شہادت

اول تثلیث کو دیکھو تو خدا کا قانون قدرت بالکل اسکے مخالف ہے۔ خدا نے ہر ایک بسیط چیز کو کروئی شکل پر پیدا کیا ہے جو توحید سے نہایت مناسب ہے دیکھو آفتاب ماہتاب ستارے زمین سب کروئی شکل ہیں یہاں تک کہ عناصر کی شکل بھی کروئی ہی ثابت ہوتی ہے۔ اگر پانی کے ایک قطرہ کو دیکھو تو اس کو بھی کروئی شکل کا ہی پاؤ گے اب ظاہر ہے کہ اگر تثلیث کا مسئلہ صحیح ہوتا تو ہر ایک بسیط کی سہ گوشہ شکل ہونی چاہئے تھی اور ضروری تھا کہ آسمان کے ستارے اور زمین کے عناصر سب سہ گوشہ شکل رکھتے تا تثلیث پر ان کی دلالت ہوتی۔ یہ عجیب بات ہے کہ خدا تو اپنی ذات میں مثلث ہو۔ مگر اسکے ہاتھ سے نکلے ہوئے تمام بسائط..... کروئی شکل رکھیں۔ اب خوب غور کر لو کہ خدا کا قدیم قانون قدرت تثلیث کے عقیدہ کی کچھ بھی تائید نہیں بلکہ اس کی نفی کرتا ہے۔

صحیفہ فطرت کی شہادت

اب جبکہ قانون قدرت سے تثلیث پر کوئی شہادت پیدا نہ ہوئی۔ تو ہم صحیفہ فطرت کو دیکھتے ہیں کہ کیا اس میں سے تثلیث پر کوئی گواہی ملتی ہے۔ تو نے الفور ثابت ہوتا ہے کہ صحیفہ فطرت بھی مسئلہ تثلیث کا ایسا ہی مخالف ہے جیسا کہ قانون قدرت حضرات عیسا کی صاحبان اس بات کو مانتے ہیں بلکہ کتاب میزان الحقیقین پادری ڈاکٹر فنڈل صاحب نے اس بات کا اقرار کر لیا ہے کہ کسی جزیرہ میں ایسے لوگ موجود ہوں جن کو انسانی عقل دی گئی ہے اور تثلیث کی تعلیم ان تک نہیں پہنچی تو ان سے قیامت کو محض توحید کی باز پرس ہوگی تثلیث کی باز پرس نہیں ہوگی۔ اب دیکھئے کہ اگر انسان کے صحیفہ فطرت میں تثلیث کی شریعت موجود ہوتی تو ضرور ایسے لوگ ہوں گے جو اس کے منکر ہیں اور عقل رکھتے ہیں تو تثلیث کی تعلیم ان تک نہیں پہنچی۔ خدا کا مواخذہ ہوتا۔ اگر صحیفہ فطرت میں صانع حقیقی کی طرف سے کوئی تثلیث کا نقش بھی موجود ہے تو کیا وجہ کہ اس پر عمل درآمد نہ کرنے سے باز پرس نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ وہ شریعتیں جو انسان کو نبیوں کی معرفت ملی ہیں وہ باطنی شریعت کا ایک ظہر ہیں۔ انسان کسی امر کے قبول کرنے کے

لئے مکلف نہیں ہو سکتا جس کا باطنی شریعت کے نقش میں نام و نشان نہ ہو اور باطنی شریعت ہم کو صرف یہ سکھلاتی ہے کہ خدا واحد لا شریک ہے مگر اسکا مثلث یا مربع ہونا اور تین اقنوم سے مرکب ہونا یہ ایک ایسا امر ہے کہ انسانی فطرت پر کوئی نقش اس کا نمایاں نہیں ہے وجہ ہے کہ گوانسانوں نے یہود و جیلہ جو یون کے طور پر ہزار ہا بلکہ لکھوں بادویان اور دیوتے اپنی طرف سے تراش لئے ہیں۔ مگر باوجود اسکے پھر بھی ان کو ماننا پڑا۔ کہ خدا ایک ہے۔ پس کیا وجہ کہ باوجود اسقدر وسیع شرک کے دونوں نے کثرت معبودوں پر آرام نہ کیا۔ اس کی وجہ ہے کہ صحیفہ فطرت نے ان کو اس بات کے لئے مجبور کیا کہ وہ خدا کے واحد کو مان لیں *

اب جبکہ قانون قدرت اور صحیفہ فطرت دونوں تثلیث کے منکر ثابت ہوئے تو یہ دیکھنا باقی رہا کہ نبیوں کی پاک کتابوں کی کھلی کھلی کیا تعلیم ہے۔ میری دانست میں بائبل نے باوجود صد نامتغیر تبدل کے جو اس میں واقع ہوئے توحید کی تعلیم کو ایسے پورے طور پر انجام دیا ہے کہ توریت سے ملا کی نبی تک تمام کتابیں توحید کی تعلیم پر زور دے رہی ہیں اور اس سے پُر ہیں۔ نمونہ کے طور پر دیکھو توریت - خروج ۳۴ دانیال ۳ یسعیاہ ۴۶ و یسعیاہ ۵۵ و ۶۶ ۲۸ یرمیاہ ۱۰ ہوسیا ۱۳ زبور ۸۶ نحمیاہ ۹ تواریخ کی پہلی کتاب یحکم - ایسا ہی اور صد نامقامات پر ان کتابوں میں کھلی کھلی توحید کی تعلیم ہو اور اگر انجیل کی تعلیم کو دیکھا جائے جسکے محرف کرنے میں سخت کوشش کی گئی ہے - تو ان میں بھی کھلی کھلی تعلیم توحید کی ہی ثابت ہوگی۔ اور تثلیث کا نام و نشان نہیں ہوگا۔ ایک شخص جو خدا سے خوف کرتا اور کوئی حصہ حیار اور انصاف کا اپنے اندر رکھتا ہو وہ اگر ان تمام کتابوں کی کھلی کھلی تعلیم جو توحید کے بارے میں ہے ترازو کے ایک پلہ میں رکھے اور دوسرے پلہ میں عیسائی مذہب کے وہ توہمات رکھے جو بعض پیشگیوں کے غلط معنوں سے یا انجیل کے بعض ان فقرات سے جو استعارات کے رنگ میں ہیں

بنائے گئے ہیں اور پھر ایک نظر اس ذخیرہ پر ڈالے جو توحید کا ذخیرہ ہے اور ایک نظر ان چند توہمات پر جو حضرت مسیح کے خدا بنانے کے لئے تراشے گئے ہیں تو میری دانست میں وہ نہایت آسانی سے سمجھ جائے گا کہ خدا کی کتابوں پر یہ امید رکھنا کہ تثلیث ثابت ہے ایسی ہی امید ہے کہ جیسے کوئی شخص ایک پھونک مار کر آفتاب کی روشنی دور کرنا چاہے کیا کوئی شخص یہ بات منہ پر لا سکتا ہے کہ جس صفائی اور تصریح اور تاکید اور بار بار کی وصیت سے خدا کا مرتبہ تو ریت اور دوسرے نبیوں کی کتابوں میں توحید کی طرف بلایا گیا ہے وہی صفائی اور تصریح اور تاکید اور بار بار کی وصیت تثلیث کے بارے میں بھی پائی جاتی ہے۔ حاشا وکلاہر گزہر گزہ نہیں اور اگر یہ تاکید پائی جاتی ہے تو میں سب سے پہلے قبول کروں گا ورنہ ہمیں نہیں چاہئے کہ خدا سے بے خوف ہو کر محض توہمات کی بنیاد پر ان دلائل کو ہاتھ سے پھینک دینا۔ جو قطعۃ الدلائل ہیں۔ اگر توہمات سے ہی کام لینا ہے تو پھر ان ہندوؤں کا کیا گناہ ہے جو راجہ راجہ چندر صاحب اور راجہ کرشن صاحب کو خدا بنائے بیٹھے ہیں۔ اس قسم کے خداؤں کی دنیا میں کمی نہیں۔ یہ کس قدر ظلم ہے کہ دوسروں کے حق میں ابن الدوغیرہ ہو چکے الفاظ یا اسی قسم کے اور استعارات جو بائبل میں موجود ہیں پائے جائیں تو وہ لوگ سب انسان رہیں۔ کوئی خدا نہ بنے لیکن جب وہی الفاظ بلکہ ان سے کتر یسوع مسیح کے حق میں سمجھے گئے یا خیال کئے گئے اور وہ بھی صرف اعتقادی طور پر نہ قطعی فیصلہ تہ ان سے حضرت مسیح خدا بن گئے اگر اسی طرح کسی کو خدا بنا سکتے ہیں تو گوتا بنے سونا بنانا محال ہی ہو مگر خدا بنانے کا نسخہ نہایت سہل ہے۔ لیکن کیا تم ایسے خدا پر بھروسہ کر سکتے ہو جسکو تم نے خود بنایا!

اب جبکہ خدا کی کتابوں سے بھی تثلیث کا کچھ پتہ نہ چلا تو آؤ ہم یہ بھی دیکھ لیں کہ کیا اہل کتاب کی کثرت رائے نے تثلیث کو صبیح عقیدہ قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ

بائبل کے اول وارث یہودی تھے اور ان میں ایک مستقل اور کامل شریعت لانے والا بنی موسے تھا جس نے نہ صرف توریت کو بنی اسرائیل کے حوالہ کیا بلکہ خود تفسیرین کے اسکے تمام معنی سمجھا بھی دیئے۔ اور توریت کی ہر ایک کتاب میں توحید کی تعلیم پر زور دیا گیا اور سخت تاکید کی گئی کہ ان تعلیموں کو حفظ کرو اور اپنی امتینہ اور اپنی چوکھٹون اور اپنے دروازوں کی پیشانیوں پر لکھو اور ان کو ڈرایا گیا کہ اگر تم ان تعلیموں کو بھولو گے تو طرح طرح کی بیماریوں اور زہریلاک پھوڑوں اور پھنسیوں اور دوسری آفات ارضی و سماوی سے ہلاک کئے جاؤ گے اور تم دیوانہ اور مجذوم ہو کر مرو گے اور تعلیم پر توجہ دلائے کے لئے صرف حکمی ہی نہیں دی گئی بلکہ امیدین بھی دلائی گئیں اور علاوہ اسکے یہ بھی انتظام کیا گیا کہ چودہ سو برس تک ان میں سلسلہ نبوت برابر چلا آیا ان پر بے بنی کے کوئی زمانہ نہ آیا اور خود حضرت موسیٰ نے ان کو اپنے مرنے کے وقت بیوہ عورت کی طرح نہیں چھوڑا بلکہ خدا کے حکم سے بلا توقف یشو عانی کو اپنا قائم مقام کر دیا اور پھر یہ سلسلہ نبیوں کا ایسا سلسلہ بران کی محافظت کرتا آیا کہ دنیا میں اس کی کوئی بھی نظیر نہیں۔ ذرا اپنے تعصبوں سے خالی ہو کر سوچو کہ...

کیا ممکن تھا کہ یہودی توریت کی تعلیم کو جو توریت کا اصل مقصود تھا جس کو انہوں نے صد پانسیون کی معرفت سنا تھا اور جس کی نسبت ہمیشہ انکو تازہ بتازہ سبق ملتا تھا۔ اور جس پر عملی طور پر ان کے باپ دادا سے پابند چلے آتے تھے ایسا بھول جاتے کہ تثلیث اور کفارہ سے بالکل انکاری ہو جاتے۔ خدا کی ذات اور صفات کی نسبت جو توریت کی تعلیم تھی وہ صرف قصوں کے رنگ میں توریت میں نہیں تھی بلکہ یہودیوں کے دلوں میں ڈالی گئی تھی۔ ان کے بچے اور بوڑھے عورتیں بھی اس تعلیم سے بھر رکھتی تھیں۔

جبکہ تثلیث اور کفارہ مسیح سے انکار کرنا ایسا سخت کفر ہے کہ جسے ترک

کرنے میں ابدی جہنم کی سزا ہے تو کیونکر خیال میں آسکتا ہے کہ نبیوں نے اس ...
 عقیدہ کی تعلیم کو گول مول بیان کیا ہو بلکہ اس صورت میں بڑا فرض ان کا تو یہی ہوتا
 چاہئے تھا کہ وہ بار بار ایسے عقیدہ کو کھول کھول کر بیان کرتے اور کوئی ایسا لفظ منہ
 پر نہ لاتے جو اس عقیدہ کے منافی ہو تا پس یہ انہوں نے کیا کیا کہ تمام کتابوں کو توحید
 کی تعلیم سے بھر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صرف توحید ہی یہودیوں کے ذہن نشین ہو گئی اگر
 نبی لوگ تثلیث کی مسلسل تعلیم دیتے چلے آتے اور اپنی بعثت کی علت غائی اسی کو ٹھہرتے
 تو کیونکر ممکن تھا کہ یہودی اس تعلیم سے بے خبر رہ سکتے جبکہ اصل مدارجات کا تثلیث اور
 مسیح تھا تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کس سے اور دوسرے نبیوں نے اس اہم مسئلہ کو کیوں چھپایا
 اور شایع نہ کیا اور اگر شائع کیا تھا تو کیا وجہ کہ توریت میں اس تعلیم کا نام و نشان نہیں
 پایا جاتا اور کیا وجہ کہ یہودیوں کے تمام فرقے اس تعلیم سے ایسے بے خبر رہے جیسا کہ
 ایک مسلمان کا بچہ ہندوؤں کے دیوتا۔ پوجا کے طریقوں اور بت پرستی کے متروک فیہر
 ہوتا ہے۔ یہ بات کس کو معلوم نہیں کہ یہودی نہ آج سے بلکہ قدیم سے تحریر اور تقریر
 کے ذریعہ سے یہی گواہی دیتے آئے ہیں اور اب بھی دیتے ہیں کہ ان کی کتابوں میں
 تثلیث اور کفارہ کا نام و نشان نہیں آتا خدا کے دنیا میں مجسم ہو کر آنے کی ان کو امید
 دلائی گئی ہے۔ فرض کیا کہ یہودی فاسق تھے ظالم تھے غوثی تھے لیکن استدرجہ انسانی
 نہیں کہ ہم یہ رائے ظاہر کریں کہ انہوں نے اتفاق کر کے تثلیث اور کفارہ
 کی تعلیم کو جو ان کے ایمان کا مدار ہونی چاہئے تھی توریت میں سے نکال دیا اور بجائے
 اس کے ایک سادہ توحید جو بالکل قرآن کے موافق ہے توریت میں لکھ دی +
 ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود ہزاروں اختلافات کے جو یہودیوں میں پائے جاتے ہیں
 اس بات میں ان کے تمام فرقے متفق ہیں کہ کبھی ان کو تثلیث اور کفارہ کی تعلیم نہیں
 دی گئی۔ ان دنوں میں کئی فاضل یہودیوں سے خط و کتابت کر کے ان سے یہ امر استفسار

کیا گیا کہ آپ لوگوں کو جیسا کہ انجیل سے انکار ہے ویسا ہی قرآن سے بھی ہے۔ اسلئے ہم آپ کو قسم دے کر پوچھتے ہیں کہ کیا خدا کے بارے میں تو ریت کی تعلیم عیسائیوں کے تسلیم کیے ہوئے ہے یا نہیں؟ اور کفارہ سے مشابہ ہے یا قرآن کی تعلیم سے مشابہ؟ تو انہوں نے بڑی صفا کی سے جواباً خطوط بھیجے اور تحریر کیا کہ تو ریت میں خدا کے بارے میں سراسر خدا کی تعلیم ہے۔ ایک حرف بھی تو ریت کی تعلیم کا ایسا نہیں ہے کہ تثلیث اور کفارہ پر دلالت کرتا ہو اور لکھا کہ وہ تعلیم قرآن کی تعلیم کے بالکل موافق اور تثلیث اور کفارہ کی تعلیم سے بالکل مخالفت اور منافی ہے اور توجہ دلائی کہ تو ریت موجود ہے۔ اور نبیوں کی تمام کتابیں موجود ہیں خود دیکھ لو کہ ان میں تثلیث اور کفارہ کی تعلیم کہاں اور کدھر ہے وہ چھپیاات ان کی ہمارے دفتر میں موجود ہیں اور خود یہودی ہمارے اس برٹش انڈیا میں بکثرت پائے جاتے ہیں ہر ایک براہ راست دریافت کر سکتا ہے۔

بیشک ایک خدا خوف اور طالب حق آدمی کو اس موقع پر غافلانہ طور پر نہیں گزرنا چاہئے یہ تو سب کو معلوم ہے کہ الہی مدرسہ میں سب سے پہلے تعلیم پانے والے یہودی ہیں جو خدا کی قوم کہلاتے رہے ہیں۔ پس اس سے زیادہ دنیا میں کوئی تاجرت افزا واقعہ ہو گا کہ باوجود اسکے کہ تو ریت کی تعلیم کو تازہ کرنے کے لئے چودہ سو برس تک متواتر تہنیتیں آتے رہے اور کثرت انبیاء کی وجہ سے کسی اجتہاد کی بھی حاجت نہ ہوئی۔ مگر بھی یہودی تثلیث اور کفارہ کے مسئلہ سے بے خبر رہے اگر یہی بدارتجات تھا تو ان صدائیں کی زندگی پر افسوس ہے جو یہودیوں کی تعلیم کے لئے بھیجے گئے اور پھر ان کو اصل تعلیم سے بے خبر رکھتے رہے۔ کیا یہ مقام غور نہیں کہ یہودیوں میں ایک بھی کوئی ایسا فرقہ نہیں کہ جس نے ایک ذرہ گمان بھی کیا ہو کہ ان کی نجات تثلیث اور کسی کی صلیبی موت پر موقوف ہے پھر میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اگر عیسائیوں کے سب کے سب تثلیث کے قائل ہوتے تب بھی ایک

عیسائی کو خوش ہونے کے لئے کوئی بات ہاتھ میں ہوتی مگر اب عیسائیوں کے لئے کس قدر تلخی اور ناخوشی کا مقام ہے کہ اندرونی ثبوت نے بھی ان پر خدا کی حجت پر کار دی اور قرآن شریف کے نزول کے زمانہ میں بھی وہ فرقتے موجود تھے جن کا قرآن شریف میں ذکر ہے ۛ

اب جبکہ قانون قدرت اور صحیفہ فطرت اور یہودیوں کی پاک کتابوں اور یہودیوں کی اتفاق رائے اور خود عیسائیوں کے بعض فرقوں کی شہادت سے بھی ثابت ہوا کہ تثلیث اور کفارہ مسیح کا مسئلہ نہ عقل سے ثابت ہے اور نہ نقل سے تو اب پانچواں امر یہ دیکھنا باقی رہا کہ کیا حضرت مسیح میں کوئی ایسی خاص بات ہے جس سے ان کی نسبت خدائی کا گمان پیدا ہو سکتا ہے۔ سو جہاں تک انسانی طاقتیں زور سے گواہی دے سکتی ہیں۔ ہم اس گواہی کو پوری بصیرت اور پورے زور سے ادا کرتے ہیں کہ کوئی بھی ایسا امر نہیں جس سے حضرت مسیح کی کوئی خصوصیت ثابت ہو جو ان کی خدائی کا گمان پیدا کرتی ہو مان بار بار انکی ولادت کو پیش کیا جاتا ہے مگر ہم تو اس پہلے انسان کو بھی خدا نہیں کہہ سکتے جس کے باپ اور مات دونوں نہ تھے اور ہم روز دیکھتے ہیں کہ صدنا کیڑے بغیر ذریعہ مات باپ کے پیدا ہوتے رہتے ہیں تو کیا ہم ان کو خدا قرار دیرین یا خدا کے بیٹے سمجھ لیں۔ کیا کبریا ہمارے والست میں تو قرآن نے حضرت مسیح اور انکی مان پر ایک بڑا احسان کیا ہے جو چھ سو برس کے بہتان کو اپنی تصدیق سے رد کر دیا اور حضرت مسیح کی ولادت کو اس طور سے مان لیا۔ جس سے حضرت مریم کی پردہ پوشی ہوئی ورنہ یہودی اس ولادت کی نسبت جو کچھ کہتے ہیں وہ اس لائق نہیں کہ اس جگہ اس کا ذکر بھی کیا جائے۔ غرض حضرت مسیح کی ولادت میں کوئی خصوصیت نہیں بلکہ یونانی اور ہندی طبیبوں نے اس کی نظیریں دی ہیں کہ کبھی انسان محض

سبح کی ولادت آدم کی ولادت کو ٹھکانہ

مان کے ادوہ سے بغیر باپ کے نطفہ کے پیدا ہو سکتا ہے۔
 مان شاید کوئی یہ کہے کہ حضرت مسیح کا اپنے تئیں ابن السدی کہنا انکی خدائی کی
 دلیل ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ توریت صدمہ خدا کے بیٹوں سے بھری ہوئی ہے
 بلکہ یعقوب کی نسبت یہ فقرہ ہے کہ اسرائیل میرا بیٹا بلکہ پہلو ٹا ہے اور صرف خدا کے
 بیٹوں کا ذکر نہیں بلکہ بعض جگہ تو خدا کی لڑکیوں کا بھی ذکر ہے اور ایک آیت میں بھی
 ہے کہ تم سب خدا ہو اب اس بات کا کون فیصلہ کرے کہ وہ تمام بیٹے غیر حقیقی تھے مگر
 مسیح خدا کا حقیقی بیٹا تھا اصل بات یہ ہے کہ عیسائیوں نے اس خیال میں بہت دھوکا
 کھایا ہے عارف جانتے ہیں کہ یہ عادت الہی ہے کہ خدا اپنے جن خاص بندوں کو پیار
 کرتا ہے کبھی ایسے الفاظ ان کے حق میں بیان کر دیتا ہو کہ ایک جاہل ان الفاظ کو تائید
 پکڑ کر باسانی اُنکو خدا بنا سکتا ہے آدم کو بھی انجیل میں خدا کا بیٹا لکھا ہو۔ پس کیا وہ
 اور حقیقت خدا کا بیٹا ہے۔ پہلا مقدمہ تو یہی پیش آیا ہے ذرا اسکا توفیصلہ کرو۔
 یہ تو ان انبیاء کا حال ہے جنکا ذکر توریت میں آیا اور اگر اسی طرح کوئی خدا بن سکتا
 ہے تو ہم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن شریف کے رو سے باسانی خدا ٹھہرا
 سکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ انکے حق میں فرماتا ہے ایدرہم۔ یعنی یہ
 خدا کا ہاتھ ہے جو تمہارے ہاتھوں پر ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے اور پھر ایک اور آیت میں فرمایا ہے
 قل یا عباد الذین اسرفوا علی انفسہم اتقنظوا من رحمۃ اللہ فی الذنوب جمیعاً۔
 یعنی کہ اے میرے بندو تم رحمت الہی سے اسکا فوید مست ہو تمہارے گناہ بخشے جائیں گے
 اب اس آیت میں تمام دنیا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بندے قرار دیا گیا اور نہ
 صرف یہی بلکہ ان کو گناہ بخشنے کا اختیار بھی دیا گیا اب بتاؤ اس سے زیادہ نقلی طور پر
 خدائی کا اور کیا ثبوت ہوگا۔ اسی طرح اور بہت سی آیات قرآن شریف کی ایسی ہیں کہ اگرچہ

توان آیات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدائی ایسی صفائی سے ثابت ہو سکتی ہے کہ ان کے مقابل پر حضرت مسیحؑ کا ابن اللہ ثابت کرنا ایک باطل خیال ہو اور نہ صرف یہی بلکہ غلبہ اور قدرت جو الوہیت کی ضروری صفت ہو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں ہی پایا جاتا ہے۔ اس بات کو غور کر کے دیکھو کہ جب آنجناب نے دعائے نبوت کیا تو تمام قومیں آپ کی دشمن ہو گئی تھیں کیونکہ آپ دنیا کی تمام قوموں کو اسلام کی طرف دعوت کرتے تھے اس لیے تمام قوموں نے آپ کے نابود کر دینا ارادہ کیا اور ایذا رسانی میں کسی نے کمی نہ رکھی بلکہ بعض بادشاہوں نے بھی کوشش کی کہ آپ کو گرفتار کر کے قتل کر دیں جس میں وہ نامراد رہے پھر وہ کیا راز تھا جسکی وجہ سے آپ تمام دشمنوں کے حملوں سے بچتے رہے؟ وہ آپ کے روح کا خدا سے ایک عمیق درمیں عمیق تعلق تھا جو کسی انسان کو اس کی مانند نہ ہوا اور نہ ہو گا آپ خدا کے لیے غیر مند تھے اور خدا آپ کے لئے۔

یہودا حواری نے صرف تیس روپیہ لیکر حضرت مسیحؑ کو گرفتار کر دیا جس سے ظاہر ہے کہ حواریوں پر حضرت مسیحؑ کے تقویٰ کا کیا اثر تھا لیکن آنجناب کے اصحاب چونکہ آپ کو بالکل خدا کا منظر دیکھتے تھے اسلئے برعکس یہودا حواری کے انہوں نے اپنے گھروں کے تمام عزیز مال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے رکھ دیے اور انہوں نے اپنے پاک بنی کے سامنے وہ صدق دکھلایا جس کی نظیر دنیا میں ملنا مشکل ہے کون اس یقین کے گھمبیر کی پیمائش کر سکتا ہے جو ان کے دلوں میں موجیں مار رہا تھا گویا وہ آنحضرت کے چہرے سے خدا کا چہرہ دیکھتے تھے مگر معلوم نہیں کہ حواریوں کے دلوں میں حضرت مسیحؑ کی نسبت کیا خیالات تھے جو پطرس جیسے بہتت کی کنجیوں کے مالک بھی نہ ایک دفعہ بلکہ تین دفعہ حضرت مسیحؑ پر لعنت بھیجی ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کیلئے ایک دنیا نے منصوبے کیے لیکن کچھ بھی نقصان نہ کر سکے بلکہ جس نے سر اٹھایا وہی مارا گیا۔

چنانچہ جب بد بخت خسرو پرویز شاہ ایران آنجناب کے خون کا پیا سا ہوا اور اپنے سپاہی گرفتاری کے لئے روانہ کر دئے تو ایک رات بھی اس پر گزرتے نہ پائی کہ خدا نے اس کی خبر لے لی حالانکہ ثابت نہیں کہ آپ نے اس ہلاکت کے لئے کوئی دعا بھی کی ہو بلکہ جب سپاہیوں نے پکڑنے کے لئے پیغام پہنچایا تو آپ نے انہیں فرمایا کہ یہ میرا کام نہیں ہے اسکا جواب خدا دے گا تب دوسری صبح کہہ دیا کہ آج میرے خداوند نے رات کو تمہارے خداوند کو قتل کر دیا دیکھو منظم الوہیت اسے کہتے ہیں کہ ایک طرف تو خسرو پرویز نے آپ کی گرفتاری کا ارادہ کیا اور دوسری طرف آسمانی حکم سے بلا توقف ملک الموت اسکی جان لینے کے لئے ایران پہنچ گیا۔

اس واقعہ کے مقابل پر جب ہم حضرت مسیح کی گرفتاری کا واقعہ دیکھتے ہیں تو نہایت افسوس سے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ یسوع مسیح کی ساری رات کی دعاؤں کا کچھ بھی اثر نہ ہوا ناحق بے آرام رہے اور نیند بھی ضائع کی اور صبح ہوتے ہی ان کی گرفتاری کے لئے رومی سلطنت کی پولیس کا ایک سپاہی قوم کے چند لوگوں کے ساتھ آیا اور یسوع مسیح گرفتار کر کے دن کے دس بجنے سے پہلے ہی حوالات جا کر داخل کر دیا۔ کیا یہی خدائی تھی جسکا یہ انجام ہوا ہم کسی شخص کا خدا سے کامل تعلق کس طرح اور کیونکر سمجھ لیں جب تک خدا کا فضل امتیاز کے ساتھ اسی دنیا میں اسپر نہ دیکھ لیں۔ مسیح..... وہ شخص ہے کہ جس نے دعائیں کیں اور باقرار حضرات مسیحیان وہ دعائیں قبول نہ ہوئیں اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ مرد خدا ہے کہ جسکی تائید بغیر دعا کچھ بھی ہوتی رہی یہی وجہ ہے کہ جب اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا اس مرد کی تائید میں خدا کی مددین بارش کی طرح برس رہی ہیں تو وہ اسپر فرما گئے اور بھیڑ بکری کی طرح اس کی راہ میں ذبح کئے گئے اور صدق سے جانیں دین اور رضا کے دین میں کسی انسان کی پرستش جائز ہوتی تو وہ دنیا کے سب مصوعی خداؤں میں سے

اسی برگزیدہ کو بڑا خدا سمجھتے اور اسی کی پرستش کرتے۔ جس ادب اور اطاعت کو انہوں نے ہمارے سید نبی اللہ کی نسبت اختیار کیا کبھی موسیٰ کی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ مسیح کو دیکھنا نصیب ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے مقابل پر حواریوں کی بے یار و مددگارگی اگر دیکھنی ہو تو یہود کا نمونہ بار بار غور کر کے دیکھو اور اگر یہ نہیں تو حواریوں کے سردار پطرس کی آخری گواہی انجیل میں پڑھ لو۔ یاد رہے کہ حواریوں کے یہ ناحق کے خوف تھے یہود نے کبھی ان کو ایک طمانچہ بھی نہیں مارا تھا اور خود وہ لوگ حضرت مسیح کی اپنی ہی قوم تھے اور وہ بھی باعث گم ہو جانے اکثر فرقوں کے بہت تھوڑے رہ گئے تھے اور ذات میں بسر کرتے تھے تاہم حواری لوگ حضرت مسیح کی زندگی میں کوئی وفاداری کا کام دکھانہ سکے کسی کی ذرہ سی جھڑکی سے بھی الگ ہونے کو تیار ہو جاتے تھے کیا یہی اثر اس شخص کے غفلتوں کا ہونا چاہئے جو خدا کی قوتیں لے کر ظاہر ہو۔ غرض خدائی جلال محمدی زندگی سے ہی نمایاں ہے نہ یہ کہ ادائے ارسلے لوگوں سے مار کھلتے پھرنے اور کچھ بھی خدا کی تائید ظاہر نہ ہو۔

اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ جبکہ امور متذکرہ بالا کے رو سے حضرت مسیح کی کوئی خدائی کی خصوصیت ثابت نہ ہو سکی تو کیا آپ کے اخلاق کے رو سے آپ کی خدائی پر کوئی دلیل قائم ہو سکتی ہے مگر افسوس کہ اس تلاش میں بھی ہم ناکام رہے اور ہماری رائے پندی ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم گواہی دین کہ حضرت مسیح کا ایک نیک خلق بھی عقلی طور پر ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ اخلاق دو قسم کے ہیں (۱) بعض دولت اور ثروت کی حالت میں ثابت ہوتے ہیں (۲) اور بعض ایسی حالت میں کہ اول عاجزانہ طور پر زندگی بسر کر کے دشمنوں سے طرح طرح کے دکھ اٹھائیں اور پھر انتقام لینے کے لئے پوری تہمت پالیں۔ سو میں دیکھتا ہوں کہ ان دونوں حصوں میں سے حضرت مسیح کے نصیب میں کوئی بھی حصہ اخلاق کا نہیں ہوا اگر وہ دولت اور ثروت کا زمانہ پاتے اور انواع اقسام کی

فیاضیان اور سخاوتیں ان سے ظاہر ہوتی ہیں تو ہم کہہ سکتے کہ وہ بڑے سخی اور فیاض تھے جنہوں نے اپنے وقت میں بیواؤں کو یتیموں کو مسکینوں کو بھوکوں کو قحط زدوں کو اپنے مال سے مدد دی مگر اب ہم کس ثبوت کی بنا پر ان کا نام سخی یا جواد رکھیں اور اگر وہ دکھ دئے جانے کے بعد قدرت اور حکومت کا زمانہ پلے اور اپنے دشمنوں پر قابو پا کر پھر ان کو بخش دیتے اور انتقام نہ لیتے تو ہم کہہ سکتے تھے کہ وہ بڑے عفو اور درگزر کرنے والے تھے کہ دشمن پر قابو پا کر پھر بخش دیا مگر اب ہم گوان سے محبت بھی رکھتے ہیں اور موسیٰ کے سلسلہ میں سے ان کو ایک بزرگ نبی بھی سمجھتے ہیں مگر ان کے خلق عفو اور درگزر کا ثبوت کیا دین۔ غرض حضرت مسیح کا کوئی خلق ثابت نہیں اور تاریخی واقعات کے ذریعہ سے ایک ذرہ بھی اخلاقی نیکی ان کی ثابت نہیں ہو سکتی یہ اور بات ہو کہ ہم اپنے نیک خیال سے ان کو اچھا اور بزرگ نبی سمجھتے ہیں۔ ایسا خیال ہمارا محض ایمانی رنگ میں ہے نہ عرفانی۔ اور تحقیقی رنگ میں کیونکہ کوئی عقلی دلیل ہمارے ہاتھ میں نہیں۔

لیکن جب ان کے مقابل پر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق پر نظر ڈالتے ہیں تو اعلیٰ درجہ کے ثبوت پر انجناب کے دونوں قسم کے اخلاق ہمیں دکھائی دیتے ہیں۔ عقل اور انصاف دونوں ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ہم آپ کے اخلاق فاضلہ کا اقرار کر لیں کیونکہ آپ کی سخاوت کے متعلق بڑے بڑے کافروں نے گواہی دی ہو کہ اس شخص کا نظیر سخاوت میں دنیا میں نہیں۔ چنانچہ صد ہا کتابیں ان واقعات سے بھری ہیں اور جب اپنے برابر میں برس تک دکھ اٹھا کر مکہ فتح کیا اور ان لوگوں پر قابو پایا جو ہزاروں خون ریزیوں کی وجہ سے اس لائق تھے کہ ان کی بوڑھی اور جوان عورتیں اور شیرخوار بچے مع انکے قتل کو جائز تو اپنے تمام لوگوں کا گنہ بخش دیا اور کہا کہ آج میں تم سے وہ معاملہ کرتا ہوں کہ جو یوسف نے قابو پانے کے بعد اپنے بھائیوں سے کیا تھا جاؤ میں نے سب کو آزاد کر دیا یہ کہنا کہہ والوں کے لئے بڑا نشان ہوا اور سچائی کے قبول کرنے کے لئے انکے دل اچھل پڑے۔ اور طاقت

بالا ان کو کھینچ کر لے گئی اور شام ہونے سے پہلے ہی سب نے اسلام قبول کر لیا اب دیکھو کیسی صفائی سے ثابت ہوا کہ اخلاق فاضلہ جو خدا کی صفات کے ظل ہوتے ہیں یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی ثابت ہیں اور آپ صرف سخی اور کریم النفس ہی نہیں ہیں بلکہ علیم اور پاک سینہ اور دشمنوں کے گناہ بخشنے والے تھے غرض جنگوں کے میدانوں نے آپ کی شجاعت کو ثابت کیا اور دودھش نے آپ کی سخاوت ثابت کی اور دشمن پر قابو پا کر گناہ بخشدینے والے اعلیٰ درجہ کا علیم اور رحیم ہونا ثابت کر دیا۔ (باقی آئندہ)

بیسویں صدی کی عظیم الشان علمی دریافت

۱۔ پانچ سال سے زیادہ کا عرصہ منقضی ہوتا ہے کہ احمدی قوم نے اپنے امام کے ایسا سے ایک عظیم الشان تحقیقات شروع کی وہ تحقیقات اب اس حد تک مکمل ہو گئی ہے کہ ہم اسکے نتیجہ کی اشاعت کے قابل ہو گئے ہیں چنانچہ اسکا ایک حصہ کتاب کی صورت میں زیر طبع ہے اب ہم نے ارادہ کیا ہے کہ اس مضمون کو میگزین کے صفحات میں شائع کرین جس میں ہم یہ ظاہر کریں گے کہ عربی زبان ام اللہ ہے یا بالفاظ دیگر یون کہو کہ یہ ظاہر کریں گے کہ وہ زبان جن کی نسبت خیال کیا گیا ہے کہ عربی سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے وہ عربی ہی نکلی ہے۔

۲۔ ہم نتائج سے ناواقف نہیں ہیں جس پر زمانہ حال کے عالمان علم اللسان پہنچے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جو اولاً اس امر ہی کو تسلیم نہیں کرتے کہ عربی کئی زبانوں میں اتحاد ہے۔

اور پھر اس امر پر شبہات پیش کئے گئے ہیں کہ سریانی اور دوسری زبانوں خصوصاً آرمین زبان میں باہم کوئی تعلق ممکن ہے یا نہیں؟ ہم جانتے ہیں کہ ہمارے علم اللسان کے مطالعہ کرنے والوں اور دوسرے لوگوں کے لئے عجیب اور حیرت افزا ہوگا۔ مگر ہم امید کرتے

ہین کہ ہمارا یہ دعویٰ محض اس بنا پر رد نہیں کر دیا جا رہا کہ یہ اس تحقیقات کے مخالف ہے جو یورپ کے عالمان علم اللسان نے کی ہے۔ ہم خیال کرتے ہیں کہ زبانوں کے سیمٹیک سلسلے (سریانی) پر پوری توجہ نہیں کی گئی اور خصوصاً اس شجرۃ اللسان کے اس بڑے ممبر کے متعلق جو علم اللسان کے متعلق بہت سے مغلق اور تاریک سوالات پر تنہا روشنی ڈالنے والا ہے اور یہ صرف اس لئے ہوا ہے کہ اس سوال کے حل کے لئے اصل مصالح مطلوب تھا جسکے نہ ہونے کی وجہ سے یہ سوال حل طلب رہا مگر اب کامل توجہ اور غائر مطالعہ کے بعد اس پر وہ روشنی ڈالی گئی ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ اس کی جائز قدر کی جاوے گی۔

Digitized by Khilafat Library

۳۔ عربی لغت کی حیرت انگیز کثرت جو پیچیدہ اور باریک ضمائر انسانی کے لئے مفرد الفاظ پیش کرتی ہے اور نازک ترین خیالات کے اظہار کے لئے الگ اور بین الفاظ کا ہونا (یا وصفیکہ یہ ان لوگوں کی بولی ہے جن کا طرز تمدن نہایت ہی سادہ اور جو بالکل جلیل اور جگہ خیالات کا سلسلہ نہایت ہی محدود ہے) ایسے قابل غور امور ہیں جنکو تمام عالمان علم اللسان نے تسلیم کر لیا ہے۔ مگر ان سب سے عجیب تر یہ امر ہے کہ جاہل بدوؤں کے بین الفاظ علوم عالیہ کی صداقتوں کے ان خزانوں کو ظاہر کرتے ہیں جن کی بابت ہمیں علم نہیں کہ کس قدر زمانہ و راز کے بعد وہ دنیا کو معلوم ہوئے ہیں مذہبی نظر سے بھی یہ کچھ کم متعجب کرنے والی بات نہیں ہے کہ تمام مقدس زبانوں میں سے (وہ زبانیں جن میں مذہبی قوانین اور شرائع دنیا پر ظاہر ہوئے) صرف عربی ہی ایک ایسی زبان ہے جو شاندار رکھنے والی زندہ زبان ہے اور یوں یہ اس مذہب کی عظمت اور زندگی کا اظہار کرتی ہے جس کو یہ دنیا کے سامنے پیش کرتی ہے (یعنی اسلام کی)۔

بجائیکہ دوسری تمام زبانوں کی موت ان تمام اصولوں کی بوسیدگی اور موت پر دلالت کرتی ہے جو وہ تعلیم دیتی ہیں +